رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

ریویو آف ریلیجنز

اُردو رسالہ

ایڈیٹر - قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۵ | مئی ۱۹۲۵ء مطابق شوال ۱۳۴۳ھ | جلد ۲۴

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبدالرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے شائع کیا

مجلس مشاورت

میں حضرت خلیفۃ المسیح کا نمایندگان جماعت احمدیہ سے خطاب

حضور نے مجلس مشاورت کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر نمایندگان جماعت احمدیہ کو ریویو کے خریدار بڑھانے کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی میں امید کرتا ہوں کہ احباب اپنے امام کے حکم کی تعمیل فرمائینگے ریویو بلحاظ خریداری اسوقت نازک حالت میں جارہا ہے۔ پانچ خریدار بہم پہنچانے والے کو ایک سال کیلئے رسالہ مفت پیش ہوگا۔ (مینجر ریویو)

سیر الانصارؓ اس سلسلہ میں اسوہ صحابہؓ جلد اوّل و دوم کا ذکر ہوچکا ہے۔ اب دار المصنفین اعظم گڈھ نے سیر الصحابہؓ کا وہ حصہ شائع کیا ہے جس میں انصار کرام رضی اللہ عنہم کے سوانح و حالات اور ان کے فضائل و کمالات مستند ذرائع سے بہ ترتیب حروف ہجی لکھے گئے ہیں۔ مولوی سعید صاحب انصاری نے اسے مرتب کیا ہے اور حق یہ ہے کہ خوب لکھا ہے۔ لکھوائی چھپوائی کاغذ بہت عمدہ ہے۔ انصارؓ کے حالات پڑھنے سے ایمان و اخلاص میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے ہم لوگ جو صحابہ کرامؓ کے اسوہ پر چلنے کا خاص طور پر فخر رکھتے ہیں اور جو محض فضل خداوندی سے آخرین منھم کے مصداق قرار دیئے گئے ہیں ہمارے لئے ضروری ہے کہ اپنے مذہبی پیشرووں کے حالات مطالعہ کریں اور انکی جانی دینی و تمدنی خدمات کا علم حاصل کرکے امیوں کو پورا کریں جو ہم میں باقی ہیں۔ میرے نزدیک اسوہ صحابہؓ ہر دو جلد سیر اور سیر انصار ہر احمدی کے مطالعہ میں آنی چاہیئے۔ نہایت نفیس مجموعہ ہے ۴۸۰ صفحے کی کتاب غالباً ؏ قیمت ہے دار المصنفین اعظم گڈھ سے ملیگی ؛

حجۃ الاسلام یہ تحقیق مذاہب کا حصہ اوّل ہے حجم ۲۰۰ صفحے ۲۲×۲۶/۸ قیمت ؏ لکھوائی چھپوائی کاغذ عمدہ۔ اسلام کو احسن طریق پر پیش کیا ہے اور اسلامی تعلیم کی خوبیاں دکھائی ہیں۔ احمدیوں کیلئے صرف ایک فقرہ کافی ہوگا کئی مقامات پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حکیم الامۃ مولانا نور الدینؓ بول رہے ہیں اور کوئی لکھ رہا ہے۔ آریہ سماج کے مخصوص مسائل بالخصوص نیوگ پر بھی تنقید ہے مصنف نے اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے تہذیب و متانت سے۔ یہ کتاب آجکل کے نوجوان طلباء کیلئے مفید ہے۔ تمام ضروری واقفیت مذہب اسلام کے متعلق بہم پہنچادی ہے اور شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے اور معتقدات کے دلائل دیئے ہیں البتہ گہری تحقیقات اور بال کی کھال نہیں اتاری کتاب میں آیات کی تصحیح پر نظر ثانی درکار ہے۔ میں کچھ اور بھی لکھتا مگر مصلحتاً قلم روک لیا ہے۔ "جناب اکبر شاہ خاں نجیب آبادی" اسکے مصنف ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دو تصویریں ایک مصور کے ہاتھ سے

فاضل جلیل میرزا محمد مہدی خاں زعیم الدولہ رئیس الحکماء مالک جریدہ حکمت نویل مصر القاہرہ ۔ نے ایک کتاب ۱۳۲۱ھ میں چھپوائی ہے جس میں حضرت مسیح موعود سیدنا مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور میرزا حسین علی صاحب طہرانی دبہاء اللہ) کے حالات قلمبند کیے صاحب موصوف بابیوں بہائیوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ مفصلہ ذیل مضمون بالمقابل دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔

تا نہ باشد در مقابل روئے مکروہ و سیاہ

میرزا حسین علی صاحب طہرانی

میرزا حسین علی میرزا عباس مازندرانی نوری کے بیٹے تھے یہ ۱۲۳۳ھ کے محرم کی دوسری تاریخ کو منگل کے دن پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ میلاد کو ایک بابی شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

مستعی باش یاران مستعد ؛ جاء یوم غیب لم یولد ولد

ان کے باپ حکومت کے کاموں پر مقرر تھے۔ اور اپنی آخری عمر میں مازندران کے افسر مال تھے جس کو دوادین فرس کی اصطلاح میں (مستوفی) کہتے ہیں۔ مرتے وقت ان کے سات بیٹے تھے جن کے نام حسب ترتیب ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:۔

(۱) میرزا محمد حسن (۲) میرزا حسین علی مذکور (۳) میرزا موسیٰ جسکو بابی کلیم کہتے ہیں (۴) میرزا تقی پریشان

کس چہ داند تے جمال شاہد گلفام را

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

مصلح دور آخر احمدؐ رسول

حضرت مرزا غلام احمد صاحب صوبہ پنجاب کے ایک قصبہ قادیان نامی میں ۱۸۳۲ء کو پیدا ہوئے جسکی آبادی زیادہ سے زیادہ ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے (اب تو ترقی کرگئی ہے)۔ جن میں سے اکثر مسلمان ہیں (احمدی) آپکے والد بزرگوار نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزوں کو بہت مدد دی تھی۔ آپ مذہباً سُنی تھے۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپنے ایک شیعہ عالم سے کچھ پڑھا اور اس طرح سے آپ دونو فرقوں یعنی شیعوں اور سُنیوں کے اقوال سے بخوبی واقف ہو گئے۔ تھوڑا عرصہ تک آپ کچہری میں عرضی نویسی کے کام پر متعین کیے گئے۔ چونکہ آپکی طبیعت

(۵) مرزا رضا قلی طبیب (۶) مرزا یحییٰ الملقب بصبح ازل (۷) مرزا محمد قلی۔ دوسرا اور چھٹا اور ساتواں ایک ماں کے بیٹے تھے۔

بہاء نے بمع اپنے سگے بھائیوں کے طہران میں پرورش پائی ان سب نے زمانہ کے علوم مروّجہ کی تعلیم حاصل کی۔ بہاء اور اس کے سگے بھائی اپنے باپ کے زیادہ عزیز اور اپنے باقی بھائیوں سے زیادہ ممتاز تھے۔ کیونکہ انکی والدہ اس کو زیادہ پسند تھی۔

بہاء نے جوان ہو کر علم تصوّف حاصل کرنا شروع کیا اور اکثر صوفیاء سے میل جول رکھتا اور انکی صحبت میں رہتا تھا۔ اور صرف صوفیاء ہی کی کتب کے مطالعہ میں مستغرق رہتا اور یہی حال اس کے بھائی مرزا یحییٰ کا بھی تھا۔ سو یہ دونو بموجب ہدایت "ملاّ عبدالکریم قزوینی باب کے معتقد ہوگئے اور بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ باب سے جب وہ آذربیجان کو جا رہا تھا راستہ میں (قم و قزوین) کے درمیان ملے۔

اس کے بعد بہاء نے باب کی تعلیم طہران میں پھیلانی شروع کی اور اس نے اپنا یہ کام قصبۂ نور سے شروع کیا اور شہر بشہر پھرتا ہوا "ساری اور آمل" (جو اس ولایت کے مشہور شہر ہیں) جا پہنچا۔

پھر واپس طہران آگیا اور یہ سب سلطان محمد شاہ مرحوم جو (سلطان مظفرالدین شاہ کا دادا تھا) کی سلطنت کے آخری ایام میں وقوع پذیر ہوا جب محمد شاہ نے وفات پائی اور اس کے بعد شاہ ناصرالدین شہید والیٔ حکومت ہوا اور بابیوں

بچپن سے ہی عبادت الٰہی کی طرف مائل تھی۔ اس لئے آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا اور استعفاء داخل کر دیا اور اس نوکری سے علیحدہ ہو کر عبادت الٰہی اور دینی مسائل کی چھان بین میں مشغول ہوگئے۔

آپ کی وجہ معاش اپنے ایک گاؤں کی آمدنی پر تھی۔ جس کا نام احمد آباد ہے۔ آپ نے دو بیویاں کیں۔ پہلی بیوی سے آپ کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے بڑے کا نام سلطان احمد ہے۔ اور دوسری بیوی سے چار لڑکے اور ایک لڑکی۔ دوسری بیوی سے بڑے بیٹے کا نام محمود ہے جس کی عمر اس وقت چودہ سال کی ہے۔ اور دوسرے کا نام بشیر احمد جس کی عمر اسوقت گیارہ سال ہے۔ تیسرے کا نام ولی اللہ (شریف احمد) ہے اور چوتھے کا نام مبارک احمد لڑکی کی عمر بارہ سال ہے۔

آپ کا ایک مشہور معجزہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنے ہر ایک بیٹے کی پیدائش کے متعلق پہلے سے اعلان شائع کر دیتے تھے۔ اور اس کا نام وغیرہ بھی تبلا دیتے تھے مرزا صاحب نے چالیس سال کی عمر میں اپنے دعوے کا اعلان کیا۔ اور تیس سال لوگوں کو اپنے مشن کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اور انکو اپنی تعلیم سکھاتے رہے۔ اور چونکہ آپ لوگوں کو صرف اسلام کی طرف ہی دعوت دیتے تھے۔ اور آپکی تعلیم کا اصل قرآن اور وہ احادیث نبویہ تھیں جو قرآن کے مطابق ہوں اس لئے آپکو حکام سے کسی قسم کا مقابلہ نہ کرنا پڑا۔

آپ منجملہ اور دلائل کے اپنے دعویٰ کی ایک یہ

کی شورش پے درپے شروع ہوگئی اور باب قتل کیا گیا اور محمد صادق بابی اور اسکے رفیق نے بادشاہ پر اسکے محل کے قریب جو "نیاوران" میں واقعہ ہے حملہ کیا تو اسوقت بہاء اور اسکے بھائی "کفجہ" بستی میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ اور حکومت ایرانی کے بیان کے مطابق بہاء نے ہی حکومت کو پلٹانے کیلئے شاہ کو قتل کرنیکا حیلہ کیا تھا لیکن بابی لوگ اس کا سختی سے انکار کرتے ہیں۔ بہرحال بہاء کو پکڑا گیا اور طہران میں چند ماہ قید رکھا گیا اور اگر وزیر اعظم (جو اس کا ہموطن تھا) اس کی مدد نہ کرتا تو مار دیا جاتا۔ بہرحال قتل سے نجات پائی اور بائیس آدمیوں کے ہمراہ بغداد کو جلاوطن کیا گیا۔

اس موقعہ پر ایک ضروری امر قابل ذکر ہے مرزا یحییٰ صبح ازل اور اسکے متبع اور ایرانی تمام اس بات پر متفق ہیں کہ باب نے اپنے مقتول ہونے سے کچھ عرصہ پہلے مرزا یحییٰ مذکور کو اپنا برحق خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اور اپنے قلم سے اس مضمون پر مشتمل ایک وصیت نامہ تحریر کیا اور اس پر اپنی مہر لگائی۔ اس وصیت نامہ میں باب نے اس کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا۔ اور اسکے بڑے بھائی مرزا حسین علی بہاء کو اس کا کارندہ مقرر کیا اور اس کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کو موافقین اور مخالفین سے پوشیدہ رکھے تاکہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ سو بہاء نے تعمیل حکم کی اور اس کو موافق مخالف دونو کی نظروں سے پوشیدہ رکھا۔ اور خود بہاء صبح ازل کے قائم مقام کے طور پر لوگوں سے خطاب کرتا رہا اور لوگ بھی

دلیل بھی بیان فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کی بعض آیات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ جسطرح حضرت موسیٰؑ کے بعد چودہ سو سال گذرنے پر حضرت عیسیٰؑ مبعوث ہوئے۔ بعینہٖ اتنی مدت گذرنے پر آنحضرتؐ کے بعد ضرور مسیح موعودؑ ظاہر ہوگا اور یہ کہ جسطرح حضرت عیسیٰؑ یہود کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ اسی طرح اس امت میں بھی مسلمانوں کی ہدایت کے لئے ایک مسیح کا ظاہر ہونا ضروری امر تھا۔ اور آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح ناصری وفات پاگئے ہیں اور ان کی قبر علاقہ کشمیر میں ہے۔ اور ہم نے آپکی ایک کتاب کی پشت پر مسیحؑ کی قبر واقعہ کشمیر کا فوٹو دیکھا ہے۔ نیز اس کتاب میں کشمیر کے رؤساء کی شہادتیں بھی درج ہیں۔ جنہوں نے اس کی تصدیق کی ہے کہ وہ واقعہ میں حضرت مسیحؑ کی قبر ہے۔

آپکے دعویٰ کی اشاعت کا مؤید یہ امر بھی ہوا ہے کہ آپ ایک تارک دنیا اور دین کی خدمت میں اپنے جان و مال کو وقف کرنیوالے انسان ہیں۔ اور ہر ممکن طریق سے اسلام اور اپنی تعلیم کو غیر مذاہب اور مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

دن بھر کتابوں کا تالیف کرنا اور مباحثات کرنا آپکا کام ہے اور آپ بعض اوقات چلتے ہوئے بھی لکھتے ہیں۔ اور بعض اوقات لوگ آپ سے مسجد یا راستہ میں بھی سوالات پوچھتے ہیں۔

اسے اسی حیثیت میں سمجھتے رہے۔ شاہ کے قتل ہونے تک ایسا ہی حال رہا۔ شاہ کے قتل سے چند ایام قبل بہاء نے میرزا یحیٰی صبح ازل کو اپنے کسی معتمد علیہ انسان کی معیت میں گیلان کی طرف روانہ کر دیا۔ اثناء سفر میں حکومت کے ڈر سے صبح ازل گودڑی پہنے ہوئے اور سر پر طرطور ہاتھ میں عصاء وکشکول لئے ہوئے فقیرانہ لباس میں تھا یہ سب کچھ اس نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے کیا تاکہ کہیں مارا نہ جائے۔ جب بہاء کو جلاوطن کر کے بغداد بھیجا گیا۔ تو مرزا یحیٰی بھی بغداد میں اس سے آملا اور بدستور لوگوں سے چھپا رہا اسی حالت میں عراق استامبول اور نہ میں رہا۔ اسکے بعد یہ اپنی غفلت سے بیدار ہوا اور دیکھا کہ حکومت وخلافت اسکے ہاتھ میں سے جاتی رہی ہے اور یہ کہ اس کا بھائی بہاء خود مستقل خلیفہ بن گیا ہے اور باب کی نیابت وریاست کی زمام اپنے ہاتھ میں لے چکا ہے۔ یہ معلوم کر کے اس نے بہاء سے مقابلہ شروع کیا۔ یہاں تک کہ دونو بھائیوں میں سخت جنگ وجدال کی نوبت آپہنچی۔ حکومت عثمانیہ نے اس میں دخل دیا اور قسطنطنیہ میں ایرانی سفیروں سے اتفاق کر کے دونو بھائیوں کو مع ان کے پیرؤں کے عکا اور قبرص بھیجدیا۔ بہاء اور اسکے پیرؤں کو عکا بھیجا گیا۔ اور صبح ازل اور اسکے پیرؤں کو قبرص بہاء اور اسکے پیرو ان تمام واقعات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ بہاء کو اس عمل میں حق پر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں

جن کے آپ نہایت فراخ حوصلگی سے معقول جوابات دیتے ہیں۔ اور آپنے بغرض اشاعت تین اخبارات جاری کیئے ہیں ایک بدر جو ہفتہ میں ایک بار اُردو زبان میں شائع ہوتا ہے جسمیں آپکی روزانہ ڈائری اور لوگوں کی آمد رفت وبیعت کا ذکر ہوتا ہے اور دوسرا ہفتہ وار الحکم ہے جس کا موضوع اسلام کے مسائل کو بیان کرنا اور اعتراضات کا جواب شافی شائع کرنا ہے جو ان مسائل پر مخالفین اسلام کی طرف سے کیئے جاتے ہیں۔ اور تیسرے کا نام ریویو آف ریلیجنز ہے جو مہینے میں ایک بار اردو و انگریزی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ اس رسالہ میں نئی نئی دینی دلچسپ بحثیں ہوتی ہیں جن سے اصل مقصود آپکے دعوی کی تائید اور اشاعت ہے۔

آپنے مُدت سے عربی اور فارسی زبان میں البشریٰ نامی اخبار کے اجراء کا اعلان کیا ہوا ہے۔ تا اس کے ذریعہ فارس اور عرب میں اپنے دعویٰ کو شائع کر سکیں۔

آپنے ساٹھ سے کچھ زائد کتابیں تالیف کی ہیں جن میں سے اکثر اردو زبان میں اور بعض عربی و فارسی اور انگریزی زبان میں ہیں۔

اور آپنے قادیان میں ایک مہمانخانہ بنایا جس میں ہر مذہب وملّت سے تعلق رکھنے والے مسافر آ ترتے ہیں۔ اور جو شخص آپ سے مذہبی گفتگو کرنا چاہتا ہے آپ نہایت مہربانی سے پُر مغز گفتگو فرماتے ہیں آپکے پیرو قادیان

کہ مرزا یحییٰ کو خلیفہ مقرر کر کے کاروبار سے علیحدہ کرنا اور لوگوں سے پوشیدہ رکھنا اور اپنے آپ کو مخاطبات و مکاتبات میں اس کا قائم مقام بنانا یہ تمام امور بہاء نے سیاستاً وتدبیراً اپنے نفس کی حفاظت کے لئے اختیار کیئے تھے۔ اصلی خلیفہ وہ خود ہی تھا باب نے اسی کے ظہور کی بشارت دی تھی یہانتک کہ وہ اسی کو مربی باب قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی نے باب کو مبعوث کیا تھا۔ تاکہ وہ دنیا کو جمال القدم وجلالہ الاعلیٰ کے ظہور کی بشارت دے۔ چنانچہ اسی بناء پر اس نے یہ بات کہی۔ "حکے او را تربیت می نمود" یعنی میں ہی وہ شخص ہوں جس نے باب کی تربیت کی۔

گروہ بابیہ کے تین فرقے

پہلا فرقہ بابیہ الخلص۔ یعنی وہ فرقہ جو صرف باب کا متبع ہے جو اسکے خلفاء مثلاً میرزا یحییٰ صبح ازل اور اسکے بھائی میرزا حسین علی بہاء وغیرہ کی اطاعت سے انکار کرتا ہے۔ یہ فرقہ بیان کے احکام پر عامل ہے اور تمام ان کتب کو جو باب کے بعد تالیف کی گئیں پس پشت پھینکتا ہے۔ انکی تعداد بلاد ایران میں دو تین سو کے قریب ہے۔ ہمیں اپنے طہران میں اقامت کے زمانہ میں اس فرقہ کے بعض افراد سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ اور ان کے ذریعہ ہمیں وہ علم حاصل ہوا جو بابیہ ازلیہ و بہائیہ کو حاصل نہیں۔

دوسرا فرقہ بابیہ ازلیہ ہے۔ یہ لوگ میرزا یحییٰ صبح ازل کی خلافت کے قائل ہیں۔ یعنی اس بات کے مدعی ہیں کہ صبح ازل ہی کتاب بیان کی پیشگوئی (من یظہرہ اللہ و من ارادہ اللہ) کا مصداق اور تمام صوبہ پنجاب و ہند و بلاد عرب و زنجبار وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ قادیان کو مدینۃ المسیح کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اپنے آپکو احمدی کے نام موسوم کرتے ہیں۔ اس فرقہ میں بعض بڑے بڑے رؤساء اور علماء بھی شامل ہیں جن میں سے ایک علامہ نورالدین صاحب ہیں۔ جو علاقہ کشمیر میں ۹۰۰ روپے ماہوار پر ملازم تھے۔ جب انہوں نے مرزا صاحب موصوف کا دعویٰ سنا تو اپنے عہدہ سے مستعفی ہو کر قادیان ہجرت کر آئے اور مرزا صاحب کی بیعت میں شامل ہو گئے اور ۱۸۹۳ء کو قادیان میں فلسفہ و حکمت و تمام علوم کی تعلیم کیلئے ایک درسگاہ قائم ہوئی۔ نیز فقراء کے علاج و معالجہ کے لئے ایک ہسپتال بنایا۔ آپ ایک بہت بڑے عالم شخص ہیں اور آپکی عمر اسوقت ساٹھ سال کی ہے اور انکے علاوہ مندرجہ ذیل بڑے بڑے تجار و علماء انکے پیرو ہیں۔ جیسے اسمٰعیل صاحب آدم تاجر بمبئی شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر کپڑا لاہور سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس اور مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی و مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور یہ دو نو بڑے عالم شخص ہیں۔ مرزا صاحب موصوف نے ان لوگوں کی ایک انجمن قائم کی ہے جسکی نگرانی وہ خود فرماتے ہیں اسکے بڑے بڑے ممبر علامہ نورالدین صاحب حکیم مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی و مولوی محمد علی ایم اے ہیں۔ نیز انہوں نے قادیان میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ جس کا نام تعلیم الاسلام ہے اور جسمیں سو کے قریب طالبعلم تعلیم پاتے ہیں

ہے۔ یہ لوگ اپنے دعاوی کی تائید باب اور مرزا حسین علی بہاء کے ان خطوط سے کرتے ہیں۔ جو انہوں نے مرزا یحیٰی کی طرف لکھے اور اب تک ان کے پاس موجود ہیں۔ یہ لوگ ان خطوط سے استدلال کرتے ہوئے بہاء اور اسکے متبعوں کے امر کو باطل قرار دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔ ان کا لیڈر الحاج مرزا... ...ہے جو اسوقت مع اپنی اولاد اور چند اور لوگوں کے طہران میں مقیم ہے۔ یہ لوگ اسلامیت کا اظہار کرتے ہیں اور باب و بہاء سے بیزار ہیں۔ تقیہ پر عمل کرتے ہیں نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں اور تمام اسلامی فرائض کو بظاہر ادا کرتے ہیں بہاء اور اسکے اتباع کو کافر بتاتے اور ظاہر و باطن میں ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل مسلمانوں اور بہائیوں کے جان و اموال کو بصورت مقدرت مباح سمجھتے ہیں۔ اور اپنے تمام کاروبار پوشیدہ رکھتے ہیں۔ باہم ایک دوسرے کی پہچان اور گفتگو کے لئے خاص رموز و اشارات سے کام لیتے ہیں

تیسرا فرقہ بابیہ بہائیہ ہے۔ یہ لوگ بہاء کی الوہیت و ربوبیت کے معتقد ہیں اور یہ کہ بہاء نے ہی رسل کو دنیا میں مبعوث کیا تھا زرتشت عیسیٰ موسیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور باب صرف اسی لئے مبعوث کیئے گئے تھے تا وہ بہاء کے احکام لوگوں تک پہنچا دیں اور اس کی آیات لوگوں پر پڑھیں۔ گویا یہ لوگ

جنمیں بانی سلسلہ کی اولاد بھی شامل ہے۔ مرزا صاحب موصوف کی عمر اسوقت ۷۱ سال کی ہے۔ آپ ایک صحیح الجسم فراخ حوصلہ کریم شریف النفس انسان ہیں اور اردو عربی فارسی زبانوں سے خوب اچھی طرح واقف ہیں

مزید | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پائی۔ اور ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو قبل از تدفین حضرت مولانا نور الدین حکیم الامۃ۔ خلیفہ اول منتخب ہوئے۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ فوت ہوئے اور حضرت مسیح موعود کے فرزند مبشر سیدنا میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب برائے مسند خلافت ہوئے۔ آپکے عہد میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا حال ان الفاظ میں پڑھیئے:۔

اسوقت یہ سلسلہ تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اور اسکے ممبروں کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے جنمیں سے بڑا حصہ ہندوستان اور اسکے قریب کے علاقوں میں ہے۔ اس مخالفت شدیدہ کے سبب سے جو اس سلسلے کے افراد کی کیجاتی ہے بہت سے لوگ مخفی طور پر احمدی ہیں لیکن ظاہر طور پر شامل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ایسے لوگ ہندوؤں سکھوں اور دوسرے مسلمان فرقوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہر قوم اور طبقہ کے لوگ شامل ہیں اعلیٰ اقوام کے بھی اور نام نہاد ادنیٰ اقوام میں سے بھی۔ چنانچہ پچھلے دو سال کے عرصہ میں ان قوموں میں سے جنکو لوگ ادنیٰ سمجھتے ہیں پنجاب اور یوپی میں تین ہزار کے قریب آدمی اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں اور ہر مہینے میں یہ جماعت بڑھ رہی ہے۔ اسی طرح حیدرآباد کی ادنیٰ اقوام میں سے بھی پچھلے سال کے اندر کئی سو آدمی اس سلسلہ کی تربیت کے نیچے آیا ہے۔

ملکی لحاظ سے جماعت احمدیہ ہندوستان کے ہر صوبہ میں ہے

اس کے اوامر کے مظہر اور اس کے ظہور کے مبشّر تھے۔ جیسا کہ اس کا بڑا بیٹا اس کے بعد ہوگا۔ اور ان کا اعتقاد ہے کہ ہزار سال تک اب کوئی نئی شریعت نیا دین نہیں آئے گا ہاں ہزار سال کے بعد من یظہرہ اللہ ہوگا۔ اور جو شخص ہزار سال کے عرصہ کے گذرنے سے پہلے مدعی ہوگا وہ قتل کیا جاوے گا۔ یہ لوگ قریباً تین ہزار ایران میں اور دو ہزار اور بلاد میں ہیں۔ اور ان کا یہ دعویٰ کہ ان کی تعداد بلاد ایران میں کئی لاکھ اور ممالک روسیہ اور افرنجیہ اور عثمانیہ اور اسی طرح ممالک متحدہ امریکہ میں کئی لاکھ ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ اطراء اور غلو ان کا دین ہے۔

چوتھا فرقہ بابیہ عباسیہ ہے۔ یہ بابیہ بہائیہ ہی ہیں لیکن اتنا فرق ہے کہ یہ عباس کی اس کے باپ بہاء کی طرح تقدیس و تمجید بیان کرتے ہیں۔ بلکہ بعض بہاء کو اس کا مبشّر قرار دیتے ہیں۔ جیسے باب اس کے باپ کا مبشّر تھا۔

عباس جمعرات جمادی الاولیٰ ۱۲۶۵ ہجری کو طہران میں پیدا ہوا۔ اور جب اس کا باپ (مرزا حسین بہاء) جلاوطن کیا گیا تو یہ بھی اس کے ساتھ بغداد وادرنہ و عکا وغیرہ کو گیا۔ فرقہ بابیہ بہائیہ اس کے جوان ہونے سے قبل قابل ذکر نہ تھا جب یہ جوان ہوا تو اس نے

کوئی صوبہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں اس جماعت کے افراد نہ پائے جاتے ہوں۔ افغانستان کے دونوں حصوں یعنی پشتو بولنے والے دونوں علاقوں میں جماعت موجود ہے۔ ہندوستان کے جنوب کی طرف سیلون۔ برما۔ ملایا۔ سٹریٹس سیٹلمنٹ میں بھی جماعت موجود ہے۔ سیلون سے دو اخبار بھی جماعت کے نکلتے ہیں ایک ملایا میں اور ایک انگریزی میں۔ چین میں تبلیغ کا سلسلہ باقاعدہ نہیں ہے لیکن جیسا کہ ایک کی پارلیمنٹ کے ممبر کی ایک کتاب سے جو انہوں نے اپنی سیاحت کے متعلق لکھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی جماعت ہے گو اندرون ملک کی جماعت کا مرکز سے ابھی تک تعلق قائم نہیں ہوا جزائر فلپائن اور سماٹرا کے کچھ لوگ بھی سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں شمالی اور مغربی۔ ایشیائی علاقوں میں سے ایران۔ بخارا۔ عراق ولایت۔ موصل۔ عرب اور شام میں جماعت احمدیہ پائی جاتی ہے۔ افریقہ کے علاقوں میں سے مصر۔ یوگنڈا۔ مشرقی افریقہ۔ زنجبار جرمن۔ مشرقی افریقہ۔ جزیرہ مارشس۔ ٹرانسوال۔ مراکش۔ الجزائر سیرالیون۔ گولڈکوسٹ۔ اور نائیجیریا میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور جزیرہ مارشس۔ نائیجیریا اور گولڈ کوسٹ اور مصر میں باقاعدہ مشن بھی قائم ہیں۔ اور مارشس سے ایک اخبار سلسلہ کی تائید میں فرانسیسی زبان میں نکلتا ہے۔ یورپ کے علاقوں میں سے ابتک صرف انگلستان اور فرانس میں جماعت ہے۔ اور انگلستان میں مشن بھی دس سال سے قائم ہے۔ امریکہ میں صرف تین سال سے مشن قائم ہوا ہے۔ اور اسوقت یونائیٹڈ سٹیٹس میں ایک ہزار کے قریب آدمی سلسلہ میں داخل ہو چکا ہے۔ اسجگہ سے ایک ماہی رسالہ بھی مشن کی طرف سے نکلتا ہے۔ یونائیٹڈ سٹیٹس کے علاوہ جزیرہ ٹرینیڈاڈ اور جنوبی امریکہ کی ریاستہائے برازیل اور کوسٹوریکا میں بھی جماعت ہے۔ جزائر میں سے آسٹریلیا اس نعمت عظمی میں

نظم و نثر میں بہت کچھ لکھا۔ اور ہزاروں طرح کے توڑ جوڑ کیئے اور سب کاروبار براہِ راست اپنے ہاتھ لے کر بہائیت کو قابل ذکر بنا دیا اور اگر یہ نہ ہوتا تو بابیت کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔ یہ بابیوں کے پاس اس امر کا اظہار کیا کرتا تھا۔ کہ میں بہاء کا ایک حقیر و ناچیز غلام ہوں۔ میری کوئی ہستی نہیں۔ لیکن بہاء کے مرنے کے بعد یہ بہائیوں کا سردار مقرر ہوا اور اس نے احکام میں تنسیخ ترمیم۔ تبدیل و تغییر شروع کر دی۔ اسوجہ سے اس کے بھائی اور اس کے باپ کے دوست مثلاً میرزا آقا جان الکاشی الملقب بخادم اللہ و محمد جواد القزوینی جمال البرد جردی اور بہاء کے سسرال اس سے جدا ہو گئے اور میرزا محمد علی سے جو بہاء کا دوسرا بیٹا ہے جس کا لقب غصن اللہ الاکبر تھا مل گئے۔

بہائیوں کے دو فرقے اور عباس سے سرکشی اور نافرمانی شروع کی۔ اور عربی و فارسی میں کتابیں تالیف کر کے ہندوستان میں چھپوائیں جس میں عباس اور اس کے متبعوں کو دین بہاء سے خارج قرار دیا اور ان کو کافر بتلایا اور اس کے معتقدات کی بہت شدت سے تردید کی۔ اس طرح بابیہ بہائیہ کے دو فرقے ہو گئے۔ ایک محمد علی اور اس کے متبعوں کا جس کا

حصہ دار ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے کلام کی بنا پر یقین رکھتے ہیں کہ ابھی زیادہ دن نہیں گذرینگے کہ سب دنیا اس نعمت سے حصہ لیگی۔

چند ضروری تاریخیں

سنہ ۱۸۳۶ء پیدائش سیدنا احمد آخر زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

سنہ ۱۸۷۶ء پہلا الہام الطارق وما الطارق

(۲) الیس اللہ بکاف عبدہٗ

سنہ ۱۸۸۰ء تا ۸۴ براہین احمدیہ ہر چہار جلد

سنہ ۱۸۸۵ء حضور کی شادی دہلی میں

سنہ ۱۸۸۶ء مصلح موعود کی نسبت پہلا اشتہار

سنہ ۱۸۹۱ء مسیح موعودؑ ہونیکا اشتہار

سنہ ۱۸۹۲ء سفر لاہور سیالکوٹ جالندھر لدھیانہ جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ

سنہ ۱۸۹۳ء جنگ مقدس آتھم سے مباحثہ

سنہ ۱۸۹۶ء جلسہ اعظم مذاہب میں مضمون آپ کا حسب پیشگوئی بالا رہا۔

سنہ ۱۸۹۷ء زعیم آریہ لیکھرام مطابق پیشگوئی ہلاک ہوا۔ سفر ملتان۔ آغاز طاعون۔

سنہ ۱۸۹۸ء۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کا قیام۔

سنہ ۱۹۰۰ء پنجاب کے لاٹ پادری کو چیلنج اس کا فرار

سنہ ۱۹۰۱ء مردم شماری میں افراد جماعت کو اپنا نام احمدی لکھانیکی ہدایت

سنہ ۱۹۰۲ء اجراء رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان۔ منارۃ المسیح کی بنیاد

سنہ ۱۹۰۳ء مقدمہ جہلم ہزاروں کی بیعت میں داخل ہونا۔ مقدمہ حسب پیشگوئی فتح۔ ڈوئی کو دعوت مباہلہ۔ اور اس کا عبرتناک انجام۔

سنہ ۱۹۰۴ء سفر لاہور سیالکوٹ۔ کرشن ہونیکا اظہار۔ زلزلہ حسب پیشگوئی آنا۔ الوصیت کی اشاعت۔

سنہ ۱۹۰۶ء بہشتی مقبرہ کا آغاز۔ صدر انجمن کا قیام

سنہ ۱۹۰۷ء صاجزادہ مبارک احمد کا پیشگوئی کے مطابق انتقال۔

سنہ ۱۹۰۸ء لاہور تشریف لیجانا۔ پیغام صلح۔ ۲۶ مئی احمدیہ بلڈنگس میں وفات۔ آخری وحی الرحیل ثم الرحیل ڈر و مت مومنو!

نام (ناقضین رکھا گیا)

دوسرا عباس اور اس کے متّبعوں کا اور اس کا نام (مارقین) رکھا گیا۔

اور اس وقت دونو فرقے ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ اور آپسمیں معاملات حرام سمجھتے ہیں اور جتنی ان سب کو مسلمانوں سے عداوت ہے اس سے کہیں زیادہ ان دونو فرقوں کی آپسمیں عداوت و دشمنی ہے۔

میرزا حسین علی کی موت کے بعد بہائی دین کا یہ حشر ہوا ہے۔ وللّٰہ الامر من قبل ومن بعد۔

چند ضروری تاریخیں

میرزا علی محمد باب القاب حضرت اعلیٰ۔ نقطۂ اولیٰ۔ طلعت اعلیٰ۔

ولادت   یکم محرم سنہ ۱۲۳۵ھ

بعثت   جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۶۰ھ

قتل   ۲۵ر شعبان سنہ ۱۲۶۶ھ

(۲)

میرزا حسین علی طہرانی القاب جمال قدم جمال مبارک طلعت ابہیٰ

ولادت   ۲ر محرم سنہ ۱۲۳۳ھ

ظہور   جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۶۹ھ

ہجرت   ذی القعدہ سنہ ۱۲۷۹ھ

ورود ادرنہ   رجب سنہ ۱۲۸۰ھ

ولادت فرزنداں

سیدنا حضرت محمود احمد صاحب   پیشگوئی ۱۰ر جولائی سنہ ۱۸۸۸ء

پیدائش ۱۲ر جنوری سنہ ۱۸۸۹ء مطابق ۹ر جمادی الاول سنہ ۱۳۰۶ھ بروز شنبہ۔

صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب   پیشگوئی ۱۰ر دسمبر سنہ ۱۸۹۲ء

پیدائش ۱۰ر اپریل سنہ ۱۸۹۳ء

صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب   پیشگوئی ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء

پیدائش ۲۴ر مئی سنہ ۱۸۹۵ء مطابق ۲۷ر ذی قعدہ سنہ ۱۳۱۲ھ

صاحبزادہ مبارک احمد صاحب   پیشگوئی ۱۴ر جون سنہ ۱۸۹۹ء

پیدائش ۱۴ر صفر سنہ ۱۳ھ چہارشنبہ

محترمہ سیدہ کے بطن سے دس مولود ہوئے جن میں سے تین بھائی اور دو بہنیں یہ پنج تن پاک امان فی الارض ہیں۔

تصانیف ۔ حضورؑ نے ۹۰ کتابیں اردو فارسی عربی میں تصنیف فرمائی ہیں۔

اخبارات (۱) الفضل ہفتہ میں تین بار (۲) الحکم ہفتہ وار (۳) فاروق ہفتہ وار (۴) نور مہینے میں دو بار (۵) ریویو آف ریلیجنز اردو (ماہوار) ریویو آف ریلیجنز انگریزی (اب لنڈن سے نکلتا ہے) (۶) (۷) تادیب النساء

مدرسے (۱) تعلیم الاسلام احمدیہ ہائی سکول جسمیں قریباً ۷۰۰ لڑکے تعلیم پاتے ہیں ایک بورڈنگ ساتھ ہے جسمیں ڈیڑھ سو طلباء ہیں دونو کی عمارت ہندوستان میں بے نظیر ہے۔ تربیت دینی کا خاص انتظام ہے۔

(۲) مدرسہ احمدیہ سنہ ۱۹۰۹ء میں اسکی بنیاد رکھی گئی قریباً دو سو طلباء تعلیم پاتے ہیں سات جماعتیں ہیں۔ اب اسکی اور بھی ترقی کی سکیم در پیش ہے کل ۱۲ درجے ہونگے

ورود عکہ ۱۲ ر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۵ھ
وفات ۲ ر ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ
عمر ۷۶ سال ۶ ماہ

اولاد

اس نے مرتے وقت پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں ۔ لڑکوں کے نام ذیل میں درج ہیں :-

عباس افندی الملقب بہ غصن اللہ الاعظم و بالفرع الکریم المنشعب من الاصل القدیم ۔ یہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۵ھ کو پیدا ہوا ۔

(۲) میرزا مہدی الملقب بغصن اللہ الاطہر جو بغداد میں کسی مکان کی چھت سے گر کر مر گیا ۔

(۳) میرزا محمد علی الملقب بغصن اللہ الاکبر

(۴) میرزا ضیاء اللہ ۔

(۵) میرزا بدیع اللہ الملقبان بالغصنین ۔

عباس و مہدی اور ان کی بہن جس نے اب تک شادی نہیں کی ایک ہی ماں کے پیٹ سے ہیں ۔ اور میرزا محمد علی دوسری بیوی کے بطن سے ۔ اور ضیاء اللہ و بدیع اللہ بھی ایک ماں کے پیٹ سے ہیں ۔

اس کی ایک لڑکی بغداد میں فوت ہو گئی ۔ اور دو لڑکیاں شادی شدہ ہیں ۔

ڈیڑھ سو طلباء دار المقامہ میں ۔ (ب) مبلغین کا کلیہ الگ ہے جس میں زندگی وقف کنندگان مولوی فاضل گیارہ تعلیم پاتے ہیں (ج) مولوی فاضل کلاس جس میں ہر سال پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا ٹائیٹل ملتا ہے آج تک ۳۵ نوجوان مولوی فاضل اس ذریعے سے ہو چکے ہیں (۳) زنانہ سکول پرائمری کے علاوہ مڈل بھی بن گیا ہے اور استانیوں کا سکول الگ ہے ۔

محکمہ جات ۔ صدر انجمن احمدیہ مجلس شوریٰ (۲) بہشتی مقبرہ جس میں جماعت احمدیہ کے مخلصین اپنی اپنی جائدادوں کا دسواں حصہ وصیت کرتے ہیں کوئی اڑھائی ہزار وصیت ہو چکی ہے ۔ (۳) محکمہ تعمیر (۴) محکمہ لنگر خانہ جس میں مہمان ایک مہینے میں کھانا کھاتے ہیں ۔ (۵) نظارت تالیف و تصنیف (۶) نظارت دعوۃ و تبلیغ جس کے ماتحت ہندوستان و ولایت کے مشن ہیں اور کئی مبلغین جو اکناف عالم میں تبلیغ کر رہے ہیں کئی گریجوایٹ اور مولوی فاضل زندگی وقف کر چکے ہیں اور تبلیغ و دعوۃ میں مصروف ہیں ۔ (۷) نظارت امور عامہ (۸) نظارت افتاء و قضاء (۹) نظارت تعلیم و تربیت ۔ (۱۰) نظارت بیت المال (۱۱) نظارت اعلیٰ (۱۲) نظارت مکانات (ڈاک) اس قسم کی ۱۸ نظارتیں مجوزہ ہیں جو تمام جماعتہائے احمدیہ کے مختلف شعبہ ہائے کار کی نگرانی کرتی ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی ماتحت ہیں ۔

مکانات اڑھائی سو مکان نیا تعمیر ہوا ہے اور آبادی دو میل طول میں پھیلی ہوئی ہے ۔ مختلف محلے ہیں ۔ الدار ۔ صادق محلہ ۔ باب الانوار ۔ محلہ نور ۔ سڑک مقبرہ بہشتی ۔ دور الضعفاء ۔ دار السلام ۔ محلہ مہاجرین ۔ الحکم سٹریٹ ۔ محلہ اقصیٰ ۔ محلہ انصار ۔ دار العلوم ۔ دار الرحمت ۔ دار الفضل ۔

شفاخانے نور ہسپتال جس کی عمارت ۱۹۱۸ء میں مکمل ہوئی سینکڑوں مریض آتے ہیں ۔ شفاخانہ فضل رحمانی ۔ شفاخانہ میو میو میتھک ۔

ایک السید علی ابن الحاج السید حسن شیرازی الملقب بالافنان سے اور دوسری میرزا مجدالدین ابن المیرزا موسیٰ سے۔

شفاخانہ مولوی قطب الدین صاحب۔

مطابع ضیاء الاسلام مشین پریس۔ منظور مشین پریس۔ فاروق پریس۔ نور پریس۔ انوار احمدیہ پریس۔

صادق لائبریری قادیان۔ یہ چار لائبریریوں کا مجموعہ ہے صادق۔ نور۔ تشحیذ۔ ریویو۔ قریباً ۲۵ ہزار قسم کی تعداد میں کتابیں ہیں۔

مساجد۔ مسجد اقصیٰ (پہلے چار گنی ہے) مسجد مبارک (۱۹۰۷ء میں وسیع ہوئی) مسجد نور (۱۹۱۰ء میں مکمل ہوئی) مسجد دارالضعفاء (۱۹۱۳ء) مسجد فضل (۱۹۱۴ء میں)

تردید کفّارہ

کفّارہ مسئلۂ کفّارہ عیسوی مذہب کے اُن اہم عقائد میں سے ایک بہت بڑا عقیدہ اور اُن بنیادی اصول میں سے ایک بہت اصل ہے کہ جس پر یہ مذہب اپنی موجودہ صورت میں قائم ہونیکا دعویٰ رکھتا ہے۔

کفّارہ کی تقسیم سو پیشتر اس کے کہ مَیں کچھ اور بیان کروں یہ بتلا دینا ضروری اور لازمی سمجھتا ہوں کہ کفارہ صرف وہی نہیں ہے جو اس مذہب کے پیرو ملتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ اور اس سے بالکل مختلف ایک اور کفّارہ بھی ہے جو اسلام میں پایا جاتا ہے۔ اور جو عقل سلیم اور فطرت انسانی کے مطابق ہے جس پر اعتراض کرنا حد درجہ کی نادانی اور جہالت ہے اور جس کا انکار بڑے بڑے فضلوں سے محرومی ہے۔

وہ کفّارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے اِنَّ الحسنٰت یذھبن السیّئات۔ انسان کی نیکیاں اس کی بدیوں اور بُرائیوں کو دُور کر ڈالتی ہیں۔ کوئی شخص کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو۔ اور کتنا ہی بدیوں کا مرتکب کیوں نہ ہو چکا ہو۔ جب وہ خداوند تعالیٰ کی طرف بارادہ توبہ رجوع کریگا۔ تو خدا بھی اُس پر رجوع برحمت ہوگا۔ کہ وہ بہت رجوع برحمت ہونیوالا اور مہربان ہے۔ سو اگر کوئی شخص اپنی نافرمانیوں۔ بدیوں۔ بُرائیوں اور بغاوتوں کی وجہ سے اپنے مولیٰ کو اپنے اوپر ناراض کرلے۔ پھر بعد میں پچھتائے اور خداوند تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرے اس سے معافی مانگے اور نیکیوں میں ترقی کرے اور اپنے مولیٰ کی ناراضی کو رضا سے بدل لے۔ تو اسوقت ہم کہیں گے کہ اسکی نیکیاں اسکی بدیوں کا کفّارہ بن گئیں۔ یعنی اسکی نیکیاں قائم رہیں اور بدیاں مٹ گئیں۔ یہ کفّارہ عقل کے خلاف نہیں۔ انسانی فطرت کے مخالف نہیں۔ جائے اعتراض اور محل شبہ نہیں۔ بلکہ نہایت صاف۔ صحیح۔ سچّا اور واضح امر ہے۔

لیکن اسکے برخلاف اور بالکل اُلٹ وہ کفّارہ ہے جو عیسائی لوگ مانتے ہیں۔ یعنی گناہ تو زید کرے اور سزا اسکے عوض میں کسی اور کو دیجائے۔ غلطی تو ایک سے سرزد ہو اور تنبیہ دوسرے کو ہو۔ قرآن کریم اس کفّارہ کی تردید فرماتا ہے جیسا کہ آتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی یہ غیر ممکن ہے کہ ایک کا بوجھ دوسرا اُٹھائے۔ ایک شریر کی سزا اس کو چھوڑ کر غیر کو دیجائے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پس آج میں ان عیسائیوں کے کفّارہ پر تردیداً دلائل لکھونگا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس سے پیشتر عیسائیوں کا کفّارے کے بارہ میں جو عقیدہ ہے اُس کا قدرے تفصیل سے ذکر کروں اور جو وہ دلائل اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ انکو بھی لکھوں اور پھر انکو غلط ثابت کروں تا قارئین کرام پر بخوبی اس مسئلے کا بطلان ثابت ہوجائے۔

عیسائیوں کا عقیدہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ ضرور ہی گناہ کرے۔ کیونکہ یہ گناہ اُسے آدم علیہ السّلام سے بطور ورثہ کے پہنچا ہے سو اس لئے ہر فرد بشر گنہگار ہے اور نہ صرف بلوغت سے لیکر بلکہ یوم پیدائش سے ہی۔ پھر وہ دوسری طرف اس امر کے بھی مدعی ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا کسی انسان کے گناہوں کو بخشنا بالکل غیر ممکن ہے کیونکہ اس طرح سے وہ عادل نہیں رہتا۔ گناہوں کو بخش دینے سے اسکے عدل میں فرق آتا ہے۔ تو چونکہ ایسی صورت اور حالت میں انسان کی نجات کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی تھی۔ اس لئے (وہ یہ کہتے ہیں) خداوند تعالیٰ نے اپنے اکلوتے بیٹے یسوع کو دنیا میں بھیجا۔ تا وہ گنہگاروں کے گناہوں کا کفّارہ بنے اور انکے بوجھوں کو اُٹھائے۔ سو وہ آیا۔ اور تین دن تک دوزخ میں رہا۔ لوگوں کے گناہوں کا کفّارہ بن گیا اور اس صورت میں نجات کا ایک وسیع دروازہ بنی نوع انسان کے لئے کھُل گیا۔

یہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے جو میں نے مندرجہ بالا سطور میں مختصراً لکھدیا ہے۔ ان کے اس عقیدہ میں دو باتیں قابل غور اور حل طلب ہیں۔

پہلی بات تو یہ کہ کیا واقعی گناہ انسان کو ورثہ میں پہنچا۔ اگر پہنچا تو اس کا کیا ثبوت ہے؟ دوسری بات یہ کہ کیا اللہ تعالیٰ کا گنہگاروں کے گناہ بخشنا اسکے عدل کے واقعی خلاف ہے؟

گناہوں کے ورثہ میں آنے کا ثبوت عیسائی لوگ اس امر کے ثبوت میں کہ گناہ انسان کو ورثہ میں پہنچا ہے یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ آدم کو اسکے گناہ کے عوض جو سزا ملی تھی وہ روٹی کا محنت سے کمانا تھا اور حوّا کو جو سزا ملی تھی وہ درد زہ سے بچہ جننا تھا۔ جیسے لکھا ہے کہ "اُس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا۔ اور درد سے تو لڑکے جنے گی اور اپنے خصم کی طرف تیرا

شوق ہوگا اور وہ تجھ پر حکومت کریگا۔ اور آدم سے کہا اسواسطے کہ تُو نے اپنی جورو کی بات سُنی اور اُس درخت سے کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم کیا کہ اُس سے مت کھانا۔ زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اُس سے کھائیگا۔ اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹکٹارے اگائیگی اور تو کھیت کی نبات کھائیگا تُو اپنے مُنہ کے پسینے کی روٹی کھائیگا" پیدائش باب ۳ آیت ۱۶ تا ۱۹

یہ آیات پیش کرکے عیسائی لوگ کہا کرتے ہیں کہ چونکہ دنیا میں تمام لوگ محنت سے روٹی کماتے اور تمام عورتیں دردِ زہ سے بچے جنتی ہیں اس لئے معلوم ہوا کہ ایک تو وہ خود گنہگار ہیں جنکی انہیں سزا دی جارہی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ گناہ آدم و حوا علیہما السّلام سے بطور ورثہ کے پہنچا۔

لیکن ہم اُن کی اس دلیل کی تردید کرتے ہیں اور تردید میں تین ثبوت پیش کرتے ہیں۔

تردید اوّل سب سے پہلے ہم اُن کی اس دلیل کا ردّ یوں کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں کئی ایسے لوگ ہیں جنہیں اپنی روٹی کے لئے ذرّہ بھر بھی محنت اُٹھانی نہیں پڑتی۔ سادھو ہیں انہیں کونسی محنت کرنی پڑتی ہے۔ انکے لئے تو انکے گھروں پر بغیر کسی قسم کی محنت کے روٹی پہنچ جاتی ہے پھر بعض گدی نشین ہیں انہیں بھی کوئی محنت و مشقت اُٹھانی نہیں پڑتی۔ پھر امراء ہیں وہ بھی بغیر محنت کے کھاتے ہیں۔ آخر یہ بھی تو دنیا میں موجود ہیں۔ کہ جو بغیر محنت کے روٹی کھاتے اور بغیر مشقت کے کھانا حاصل کرتے ہیں۔ یہ کیوں بغیر محنت و مشقت کے کھاتے ہیں؟ کیوں انہیں مُنہ کے پسینے کی روٹی کھانی نہیں پڑتی؟ میں پوچھتا ہوں پھر یہ کیوں بیٹھے بٹھلائے اپنے گھروں میں آرام سے روٹی کھاتے ہیں؟ کیا ان حالات کی موجودگی میں بھی کوئی شخص یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ دنیا کا ہر فرد بشر محنت سے روٹی کماتا اور کھاتا ہے اور جب حالت یہ ہے تو کیا اس سے یہ ثابت نہ ہوا کہ گناہوں کے ورثہ میں آنیکا ثبوت اور علامت۔ غلط اور نادرست ہے۔ پس بچوں سادھوؤں بعض گدی نشینوں اور امراء کے بعض طبقات کا بغیر کسی محنت کے کھانا اس امر کی کافی دلیل ہے کہ وہ علامت صحیح نہیں جو گناہوں کے ورثہ میں آنے کے متعلق پیش کی گئی ہے۔

پھر عورتوں میں سے بعض کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کی ساری عمر گذر جاتی ہے اور اُن کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ تو اگر یہی علامت صحیح تھی اور اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ ہر فرد بشر گنہگار ہے صحیح اور سچا تھا تو چاہیئے تھا کہ اُن عورتوں کے بھی بچے پیدا ہوتے تا انہیں بھی دردِ زہ ہوتا اور اس طرح سے عیسائیوں کا کہنا سچا ثابت ہوتا مگر ایسا نہ ہونا اس بات کا بیّن اور واضح ثبوت ہے کہ عیسائی اس امر میں کسی طور پر بھی حق بجانب نہیں ہیں پھر

تردید دوم اُن کی اس دلیل کا ردّ دوسرے طریق پر یوں ہے کہ ہم اناجیل اربعہ میں مسیح علیہ السلام کے متعلق مختلف مقامات میں ابن آدم کا لفظ لکھا ہوا پاتے ہیں ہم اُن کے اس لقب کو لیکر ان پادریوں سے پوچھتے ہیں

بھلا بتلائیں تو سہی کہ اس ابن آدم نے جسے اناجیل اربعہ میں بار بار ابن آدم کہکر پکارا گیا ہے کبھی گناہ کیا تھا کہ نہیں۔ اگر کہو کہ نہیں تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ وہ ابن آدم کیونکر ہوئے جبکہ بنی نوع آدم نے گناہوں اور عیبوں سے ملوث ہی رہتا تھا۔ اور اگر کہو کہ اُس نے بھی گناہ کیا تھا تو اس صورت میں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عیسائیوں کا یسوع کو بے گناہ اور بے عیب کہنا باطل نہیں ہو جاتا۔ ان پادریوں کیلئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو وہ کہیں کہ یسوع نے جسے اناجیل اربعہ میں ابن آدم کہکر پکارا گیا ہے۔ گناہ کیا تھا۔ یا وہ کہیں کہ نہیں کیا تھا۔ اگر کہیں کہ اُس نے بھی گناہ کیا تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ پھر یہ پادری کیوں اپنے گلے پھاڑا کرتے ہیں یہ کہکر کہ مسیح بے گناہ مسیح بے گناہ۔ اور اگر کہیں کہ نہیں وہ گناہوں سے منزّہ تھا اور باوجود یہ کہنے کے ابن آدم کا لقب اُن کے ساتھ ہی رہنے دیں تو ماننا پڑیگا کہ تمام بنی نوع انسان ضروری نہیں کہ گنہگار ہی ہوں بلکہ بے گناہ اور بے عیب بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اس حالت میں بھی عیسائیوں کی دلیل مردود ہی ہوگی۔ نہ کہ مقبول۔

تردید سوم | پھر انجیل اس کے بالکل ہی برخلاف عقیدہ بیان کرتی ہے یعنی عیسائی تو اس بات کے مُدّعی ہیں کہ تمام بنی نوع انسان گنہگار ہیں اور یہی بتلاتے ہیں مگر انجیل کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام کے تمام انسان قصوروار اور عیب دار نہیں ہوتے بلکہ بے قصور۔ بے عیب اور راستباز بھی ہوا کرتے ہیں جیسا کہ لکھا ہے:۔

"اگر تم اسکے معنی جانتے کہ مَیں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں تو بے قصوروں کو قصوروار نہ ٹھیراتے" متی ۱۲ باب

اور اسی طرح لوقا کی انجیل میں آیا ہے کہ:۔

"زکریاہ نام ایک کاہن تھا اور اُس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی اور اُس کا نام الیشع تھا اور وہ دونو خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے" باب ۱ آیت ۶

سو انجیل کی ان آیات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ تمام کے تمام قصوروار نہیں ہوتے بلکہ بے قصور بھی ہوا کرتے ہیں۔ پس وہ عقیدہ کیونکر درست مانا جا سکتا ہے۔ کہ جسکے خلاف اس قدر شواہد موجود ہوں۔ ان تمام دلائل سے عیسائیت کی یہ تعلیم بالکل غلط ثابت ہو جاتی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ ہر فرد بشر بوجہ آدم کے گناہ کے پیدائش سے ہی گنہگار ہے۔

عیسائیوں کے اس پہلے عقیدہ کی تردید کر دینے کے بعد اب مَیں اُن کے دوسرے عقیدہ کی طرف آتا ہوں یعنی یہ کہ کیا خداوند تعالیٰ کا لوگوں کے گناہوں کو بخشنا اس کے عدل کے خلاف اور مخالف ہے۔

اُن کے اس عقیدہ کی تردید میں بھی مَیں تین ہی دلائل مثل سابق کے بیان کرونگا۔ تا خدا چاہے تو حق لوگوں پر واضح ہو جائے اور ہدایت ان کو حاصل ہو جائے کیونکہ اِنَّ ھدی اللّٰہ ھوا الھدیٰ۔ اصل ہدایت وہی ہے جو خداوند خدا کی طرف سے نازل ہو۔

تردید اوّل عیسائی جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا لوگوں کے گناہوں سے چشم پوشی کرنا اور انکو درگذر کرنا اسکے عدل کے خلاف ہے تو یہ صریح طور پر انہی کی غلطی ہے۔ انہوں نے عدل کی تعریف ہی نہیں سمجھی اور اسی وجہ سے ہی وہ اس خطرناک اور مُہلک عقیدہ میں جا پڑے ہیں۔

عدل کی تعریف عدل کی تعریف یہ ہے کہ کسی کا حق نہ مارنا۔ اب مثال سے یُوں سمجھ لو۔ کہ ایک مزدور ہے جس کی مزدوری آٹھ آنے ہو اب مزدوری دیتے وقت اُسے روپیہ دے دینا عدل کے خلاف نہیں ہوگا کیونکہ روپیہ دینے سے اس کا حق نہیں مارا جاتا۔ ہاں چار آنے دینا عدل کے مخالف ہوگا۔ کیونکہ چار آنے دینے سے اُس کا حق مارا جاتا ہے۔ سو عدل کی یہی تعریف ہے کہ کسی کا حق نہ مارنا۔ اب خداوند تعالیٰ کا لوگوں کے گناہوں کو بخشنا اسکے عدل کے خلاف نہیں ہوگا ہاں گناہوں سے بڑھکر سزا دینی اسکے عدل کے ضرور خلاف ہوگی۔ کیونکہ زیادہ سزا دینے سے تلفانی حق مارا جاتا ہے مگر زیادہ بخشش اور انعام کرنے سے حق نہیں مارا جاتا۔ جیسا کہ آٹھ آنہ کے مزدور کو روپیہ دینے سے اُس کا حق نہیں مارا جاتا۔ اور کوئی نہیں کہتا کہ یہ عدل کے خلاف کر دیا۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ بخشش اور انعام پر کسی انسان کا عقلی طور پر بھی حق نہیں کہ وہ کہے کہ عدل کے خلاف کر دیا۔

مجھے سخت ہی حیرت آتی ہے کہ دنیا میں تو بخشش کو عدل کے خلاف نہیں کہا جاتا۔ مگر خداوند تعالیٰ کی بخشش کو کہ جو بادشاہوں کا بادشاہ اور شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے عدل کے خلاف اور مخالف کہا جاتا ہے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ لوگوں کو بخشنا عدل کے خلاف نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہے ہاں گناہوں سے بڑھکر سزا دینی عدل کے خلاف ہو سکتی ہے اور یقیناً ہے سو عیسائیوں نے عدل کی تعریف ہی غلط سمجھی جس سے انہیں ٹھوکر لگی۔

تردید ثانی پھر یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ کا لوگوں کو بخشنا اسکے عدل کے مخالف ہے عقل کے بھی صریح خلاف ہے۔ دنیا میں اُستاد شاگرد کے گناہ بخش سکتا ہے۔ باپ بیٹے کے گناہوں سے چشم پوشی کر سکتا ہے۔ مجسٹریٹ ملزم کے گناہوں سے درگزر کر سکتا ہے۔ مگر کیا خداوند تعالیٰ کی ہستی ہی ایسی ہے کہ جو گناہوں کو نہ بخش سکتی ہو۔ کسقدر خلاف عقل اور خلاف فطرت بات ہے۔ حیرت ہے کہ کس طرح یہ لوگ اتنی جسارت کرتے اور کہتے ہیں کہ خدا نہیں بخش سکتا۔ حالانکہ عقلمند انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ کہ خدا

نہ بخش سکتا ہو۔

خداوند تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے کہ وہ غفور رحیم ہے لوگوں کے گناہوں کو بخشتا ہے پس عیسائیوں کا ایسا کہنا اس کی صفات کے بھی مخالف ہے۔ سو حقیقت یہی ہے کہ خدا بخش سکتا ہے اور ضرور بخش سکتا ہے۔ لوگوں کا اس کے خلاف کہنا صریح غلطی اور مغالطہ دہی ہے عیسائی نہیں سمجھتے کہ ایسا کہنا صفات الٰہیہ پر حملہ کرنا ہے۔ جب اسکی صفت ہے کہ الغفور۔ الرحیم۔ تو پھر لوگوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کی صفت کو اُس سے علیحدہ بتلادیں۔ سو ایسا کہنا عقل کے بھی مخالف ہے۔

تردید ثالث | عیسائیوں کا ایسا کہنا انجیل کے بھی بالکل خلاف ہے۔ انجیل میں لکھا ہے:۔

"کہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمھیں معاف کریگا" متی ۶/۱۴

اسی طرح ایک اور جگہ آیا ہے کہ:۔

"میں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائیگا مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہ کیا جائیگا" متی ۱۲/۳۱

سو ان حوالجات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ رکھنا ان کی الہامی کتاب کے بھی مخالف عقیدہ ہے۔ پس یہ بات علیٰ وجہ البصیرۃ ثابت ہوگئی۔ کہ گناہ انسان کو ورثہ میں نہیں پہنچا۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص گنہگار ہو۔ اور یہ بھی کہ اگر کوئی شخص گناہوں کا مرتکب بن بیٹھے اور بعد میں پچھتائے اور توبہ کرے تو خداوند تعالیٰ اسکے گناہوں کو بخش سکتا ہے اسکے عدل کے مخالف ہرگز نہیں۔ سو ضروری نہ ہوا۔ کہ کسی کو خدا کا بیٹا بنایا جائے اور پھر وہ دنیا میں آئے دوزخ میں رہے۔ تب جاکر عالم کو نجات ملے۔ بلکہ بغیر اس کفارہ کے بھی نجات کا ملنا ممکن ہے۔ سو الحمدللہ کہ کفارۂ مسیح کی حاجت نہ رہی۔ خدا نے خود اپنے فضل سے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور ہمیں اپنے مقام قُرب پر بٹھایا۔ یہ محض اُسکا فضل و احسان ہے کہ اُس نے ہدایت کے دلدادوں کے لئے ہدایت کا سامان پیدا کردیا۔ سچی اور یقینی بات یہی ہے

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

اب جبکہ میں نے عیسائیوں کے دلائل کی ایک حد تک تردید کردی ہے میں چاہتا ہوں کہ مجموعی طور پر بھی کفارہ کی تردید میں دلائل لکھ دوں اور حتی الوسع قارئین کرام پر اس مسئلے کا بطلان ثابت کردوں اور آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ایسے ہتھیار دیدوں۔ کہ جن کے استعمال سے آپ حق کا جھنڈا اور فتح و نصرت کی کلید اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہوئے دشمنان دین پر حملہ آور ہوں۔

تردید اوّل سب سے پہلے ہم اس امر کو لیتے ہیں کہ کفّارہ کی کیا غرض تھی۔ اور یہ کہ کیا وہ غرض بغیر کفّارہ کے پوری ہو سکتی ہے کہ نہیں۔ اگر تو وہ مقصد اور مُدّعا جو کفّارے کا مانا جاتا ہے بغیر کفّارے کے بھی حاصل ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم کفّارے پر ایمان لائیں اور اپنا عقیدہ اسکے مطابق بنائیں۔ کیونکہ ہمارا مقصد اور مُدّعا کفّارہ نہ تھا۔ بلکہ ایک اور غرض تھی۔ اور جبکہ وہی غرض اور بعینہ وہی غرض بغیر کسی قسم کے کفّارہ کے ہمارے لئے حاصل ہو سکتی ہے۔ تو پھر کفّارے کی طرف ہمارا جانا یقیناً بے فائدہ اور لغو ہوگا سو اسی اصل کے ماتحت جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی غرض اس کفّارہ کے رکھنے سے بنی نوع انسان کے گناہوں کی معافی تھی۔ اور یہی اب بتلائی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو ہر فرد بشر کو پیدائشی گنہگار بتلاتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو بخشنا اُسکے عدل کے خلاف جتلاتے ہیں اور پھر خود ہی یہ کفّارۂ مسیح کی راہ نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح سے لوگوں کو انکے گناہوں اور نافرمانیوں سے نجات ملی اور وہ گناہوں سے پاک ہو کر مولیٰ کے مقام قُرب میں بڑھے لیکن ہمیں یہی غرض اور یہی مُدّعا بغیر کسی قسم کے کفّارہ کے بھی پورا ہوتا ہوا نظر آتا ہے جس کے لئے مَیں بائیبل سے حوالجات لکھتا ہوں۔ انجیل میں لکھا ہے :-

"اسلئے کہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کروگے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمھیں معاف کریگا۔ اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کروگے تو تمھارا باپ بھی تمھارے قصور معاف نہ کریگا" متی ۶/۱۴

اسی طرح لکھا ہے :-

"پر وہ رحیم ہے۔ اور اُس نے اُن کی بدکاریاں بخشیں اور انہیں ہلاک نہ کیا۔ ہاں بارہا اُس نے اپنے قہر کو روکا۔ اور اپنے سارے غضب کو بھڑکایا نہیں۔ کیونکہ اُس نے یاد کیا کہ وہ بشر ہیں" زبور ۷۸/۳۸

اسی طرح ایک اور جگہ آیا ہے :-

"تجھ سا خدا کون ہے جو بدکاری کو معاف کرے۔ اور اپنی میراث کے باقی لوگوں کے گناہوں سے درگذر کرے وہ اپنا غُصّہ ہمیشہ تک نہیں رکھ چھوڑتا ہے کیونکہ وہ رحم کرنے سے بہت خوش ہے۔ وہ پھر کے ہم پر شفقت کریگا۔ وہی ہمارے گناہوں کو دبائیگا۔ ہاں تو انکی ساری خطاؤں کو سمندر کے گہراؤ میں ڈالدیگا" میکاہ ۷/۱۸و۱۹

ان حوالجات میں اور ان کے علاوہ اور بیسیوں جگہ میں اس امر کو اچھی طرح واضح کیا گیا ہے کہ خداوند تو لے لوگوں کے گناہوں کو ان کی نافرمانیوں اور بغاوتوں کو محض اپنے رحم و کرم سے بخش ڈالتا ہے اور ایسا کرنا اس کی صفات کے اور منشاء کے ہرگز خلاف نہیں۔ بلکہ جیسا کہ مقدّس نوشتوں میں لکھا جا چکا "وہ رحم کرنے سے بہت خوش ہے" یقیناً وہ اپنی رحمتیں اور برکتیں اپنی ناچیز سی مخلوق پر نازل کرنے سے بہت

خوش ہوتا ہے۔ اور جبکہ خداوند عالم اپنی مخلوق کے عیوب بخش سکتا ہے اور نہ صرف یہی بلکہ بخشتا ہے اور کثرت سے معاف کرتا ہے تو ایسی صورت میں ان عیسائیوں کا اس کفارے کے مسئلے کو نکالنا اور اس سے اپنی غرض کو حاصل کرنا یقیناً بے سود ہے نہ معلوم ان عیسائیوں کو اور ان بڑے بڑے پادریوں کو کیا ہو گیا کہ یہ اپنے گھروں میں کتاب مقدس رکھتے ہیں پڑھتے ہیں اور پھر نہیں سمجھتے۔ اگر دل ٹیڑھے نہیں ہو گئے اور اگر شقاوت ازلی سے یہ حصہ یاب نہیں ہوئے۔ تو پھر یہ بدبختی اس قوم پر کیوں اُتری۔ پہلے نوشتوں میں سچ لکھا گیا کہ:۔

"تم کانوں سے سُنو گے اور ہرگز نہیں سمجھو گے۔ اور آنکھوں سے دیکھو گے اور ہرگز معلوم نہ کرو گے کیونکہ اس اُمت کے دل پر چربی چھا گئی ہے اور وہ کانوں سے اونچا سُنتے ہیں اور انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں" متی ۱۳/۱۴

کتاب مقدس پر ایک ادنیٰ تدبر بھی طالب ہدایت کے لئے تو سورج اور چاند سے بڑھکر راہ دکھانیوالا بن جاتا ہے۔ انکی کتابوں میں تو یہ پایا جاتا ہے کہ گناہ انسانی بخشے جاتے ہیں۔ مگر یہی کہے جاتے ہیں کہ نہیں اور نہیں۔ اور اپنی من گھڑت اصطلاح پر زور مارے جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ کس قدر خلاف حق بات کہی جا رہی ہے۔ آج یہ کہتے ہیں کہ کفارے کے بغیر گناہ نہیں بخشے جاتے۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسا کہنا یقیناً کتاب مقدس کے خلاف اور مخالف ہے۔

تردید دوم کفارہ کی تردید ہم ایک اور طریق سے بھی کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ عیسائی لوگ کہا کرتے ہیں کہ دیکھو کفارے پر ایمان لے آؤ تو بس تمہارے سب گناہ معاف ہو گئے اور تم پاک اور صاف بن گئے۔ تمہارے اندرونہ کے تمام گند دھوئے گئے اور تم ہر قسم کی باز پُرس سے بچ گئے۔ مگر دیکھو کہ ان کی مقدس کتاب اس کے صریح خلاف کہہ رہی ہے یہ اپنی آسمانی کتاب کو پڑھتے ہوئے نہیں پڑھتے اور سُنتے ہوئے نہیں سُنتے اور دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ ان کو کیا ہو گیا کہ یہ اپنی بائیبل میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ:۔

"وہ جو شریر ہے اپنی راہ کو ترک کرے اور بدکردار اپنے خیالوں کو۔ اور خداوند کی طرف پھرے کہ وہ اس پر رحمت کریگا۔ اور ہمارے خدا کی طرف کہ وہ کثرت سے معاف کریگا" یسعیاہ ۵۵/۷

پھر بھی یہ یہی کہے جاتے ہیں۔ کہ کفارہ ہی گناہوں کی معافی کا واحد ذریعہ ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ یہاں تو یہ لکھا گیا ہے کہ شریر اپنی شرارت کو چھوڑے اور اپنے خیالات بد کو اپنے دل سے نکال دے۔ پھر خداوند خدا کی طرف رجوع کرے اس سے رحمت کی اور عفو کی درخواست کرے۔ پھر اِن ہی ذرائع سے وہ خدا آدمؑ کا خدا اور نوحؑ کا خدا۔ اسمٰعیلؑ کا خدا اور اسحٰقؑ کا خدا۔ ابراہیمؑ کا خدا اور موسیٰؑ کا خدا اس پر اپنی رحمتیں برسائیگا کثرت سے معاف کریگا۔ اور اسے اس کے گناہوں سے پاک و صاف کر دیگا۔ مگر یہ نادان اس جلدی کی ایک گٹھی پر خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پیسارے بن گئے۔ ایسا ہی پہلے نوشتوں میں لکھا جا چکا کہ:۔

"پس اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہلائے جاتے ہیں اپنے تئیں عاجز کریں اور دُعا مانگیں اور میرا مُنہ ڈھونڈیں اور اپنی بُری راہوں سے پھریں تو مَیں آسمان پر سے سُنونگا۔ اور ان کی خطائیں بخشونگا۔ اور اُن کی زمین کو امان دونگا" تواریخ ۲ باب ۷ آیت ۱۴

دیکھو کہ یہاں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عاجزی و انکساری کا اختیار کرنا۔ دعائیں کا مانگنا۔ رضاء الٰہی کا طالب ہونا اپنے بُرے افعال کو ترک کرنا یہ بہت بڑے ذرائع ہیں رحمت الٰہی اور فضل الٰہی کو جذب کرنے کے لئے اور اُن کو اپنے او پر وارد اور نازل کرنے کیلئے۔ پس ہم پوچھتے ہیں کہ کہاں گیا وہ کفارہ جو گناہوں سے معافی کا ذریعہ بتلایا گیا تھا۔ پھر کیا ان حالات کی موجودگی میں کوئی پادری یا عیسائی یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ کفارہ ہی گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں ؛

تردید یا سوم انجیل کو بنظر غور پڑھنے سے ایک دانا اور عقلمند انسان کے دل پر یہ بات بخوبی اور واضح طور پر نقش ہو جاتی ہے کہ یہ کفارہ جس کو آج بیان کیا جاتا ہے آج سے قریباً دو ہزار سال پیشتر کسی جاہل سے جاہل اور بیوقوف سے بیوقوف انسان کی نظر میں بھی کوئی وقعت اور حیثیت نہ رکھتا تھا۔ بلکہ اُس وقت تو تھا ہی نہیں۔ اور یہ کوئی خیال بھی نہ کر سکتا تھا۔ کہ کسی وقت مسیحؑ کے پیرو کہلانیوالے مسیحؑ کے پیرو کہلا کر اُس سے صریح بغاوت اور دشمنی رکھینگے آج کہا جاتا ہے کہ مخلوق الٰہی کی ہمدردی اور بہتری کے لئے خداوند تعالیٰ نے اپنا اکلوتا بیٹا دنیا میں بھیجا۔ وہ آیا اور اُس نے اپنا آپ صلیب کے سپرد کیا اور بخوشی مخلوق الٰہی پر قربان ہو گیا۔ مگر آہ انجیل میں تو کچھ اور ہی لکھا ہے۔ وہاں تو لکھا ہے :-

"پھر تھوڑا آگے بڑھا اور مُنہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے" متی $\frac{۲۶}{۳۹}$

اسی طرح لکھا ہے "پطرس اور یعقوب اور یوحنا کو اپنے ساتھ لیکر نہایت حیران اور بے قرار ہونے لگا اور اُن سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھیرو اور جاگتے رہو اور وہ تھوڑا آگے بڑھا اور زمین پر گر کر دُعا مانگنے لگا کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ پر سے ٹل جائے۔ اور کہا اے ابّا اے باپ تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے اس پیالے کو میرے پاس سے ہٹا لے" مرقس $\frac{۱۴}{۳۴}$

اور اسی طرح آیا ہے کہ :-

"اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" متی $\frac{۲۷}{۴۶}$

پس ان حوالجات کی موجودگی میں کسی پادری کا یہ کہنا کہ مسیحؑ نے اپنی جان نہایت خوشی اور راحت سے دی اور مخلوق الٰہی کی ہمدردی کا خیال رکھتے ہوئے اور اپنے اس غرض یعنی کفارہ کو پیش نظر سمجھتے ہوئے اور

اپنے آرام و آسائش کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی جان دی۔ کسقدر خلاف واقع اور مغالطہ دہی ہے۔ مسیح تو بچارا رو رو کر اور عاجزانہ طور پر دعائیں مانگتا ہے کہ مولیٰ میرے اس پیالے کو مجھ سے ٹال وہ زمین پر گر کر اپنے منہ سے اس قسم کے الفاظ نکالتا ہے اور پھر جب صلیب پر چڑھایا جاتا ہے تو چلا کر کہتا ہے ایلی ایلی لما سبقتنی کہ اے میرے خدا اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ الفاظ کیا تکلیف بےچینی اور گھبراہٹ پر دلالت کرنیوالے ہیں یا خوشی اور راحت پر۔ ہم پوچھتے ہیں ان علماء نصرانی سے کہ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ مسیح اگر کفارہ ہونے ہی دنیا میں آیا۔ اگر اسکے آنیکی یہی غرض اور یہی منشاء تھا۔ تو پھر تو چاہیئے تھا کہ وہ خوش ہوتا اور خوشی سے اُچھلتا کہ میرے آنیکی غرض کے پورا ہونے کا دن آیا۔ مگر نہیں وہ تو اپنے اس پیالے کو اپنے وجود سے ٹالتا ہے اور دعائیں کر کر کے ٹلاتا ہے۔ پس بخوبی معلوم ہو گیا کہ اس کے آنیکی اور اُس کے دنیا میں مبعوث ہونیکی یہ غرض اور غایت نہ تھی۔ سو کفارہ باطل ہوا کیونکہ مسیح اس کفارہ کے لئے صلیب پر نہ چڑھا تھا۔ بلکہ کسی اور ہی مقصد کے لئے وہ دنیا میں آیا۔ اور دشمنوں نے صلیب پر کھچوایا +

تردیدِ چہارم | پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر کفارہ خداوند خدا زمین و آسمان کے خدا کی مرضی اور رضا کے مطابق اور موافق ہوتا۔ تو چاہیئے تھا کہ مسیح کے کفارہ ہوجانے کے بعد دنیا پر اسکی رحمتیں نازل ہوتیں اسکے فضل اور انعام سے لوگ مالامال ہوتے خدا خوش ہوتا کہ اب میری مخلوق نجات پا گئی۔ مگر نہیں انجیل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا غضب دنیا پر بھڑکا۔ اس کا قہر عالم پر نازل ہوا اسکی ناراضگی لوگوں پر ظاہر ہوئی۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور زمین لرزی اور چٹانیں تڑک گئیں اور قبریں کھل گئیں اور بہت سے جسم اُن مقدسوں کے جو سو گئے تھے جی اُٹھے" متی ۲۷/۵۱

سو مقدس کے پردے کا پھٹ جانا اور دو ٹکڑوں میں کٹ جانا اور زمین کا لرزنا اور چٹانوں کا تڑک جانا اور قبروں کا کھل جانا خداوند تعالیٰ کے قہر اور غضب پر بخوبی دلالت کرتا ہے۔ اور جبکہ یہ کفارہ خداوند خدا کی مرضی کے موافق نہ ہوا۔ تو کیونکر اسکو سچا اور صحیح مسئلہ مانا جائے۔ حیرت ہے کہ عیسائی لوگ کیونکر ان مسائل پر زور دیتے ہیں کہ جن کے خلاف خود اُن کی کتب بلکہ الہامی کتاب میں لکھا گیا۔ اور پھر کس مُنہ سے یہ لوگوں سے اُس مسئلے کو منوانا چاہتے ہیں کہ جسکے خلاف ان کی کتب میں بےشمار شواہد موجود ہوں

تردیدِ پنجم | پھر ہم کہتے ہیں کہ کفارہ تو تب ثابت ہوتا کہ جب یہ معلوم ہوتا کہ مسیح فی الواقعہ صلیب پر مر گیا۔ مگر خود انجیل اسکے خلاف کہہ رہی ہے۔ اور وہ بتلاتی ہے کہ مسیح صلیب پر مرا ہی نہیں گو دشمنوں نے اُسے صلیب پر چڑھایا ضرور۔ اسکے لئے ملاحظہ ہو متی باب ۱۲ آیت ۳۹ کہ جسمیں مسیح علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"اِس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں۔ مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائیگا"

پس جیسا کہ یونسؑ نبی تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہا اور زندہ رہا۔ ویسا ہی ضروری ہوگا کہ مسیح بھی تین دن زمین کے اندر رہے اور زندہ رہے۔ کہ تا پیشگوئی پوری ہو۔ اور اس بات کا ثبوت کہ یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں بلکہ زندہ رہا یہ ہے کہ یوناہ باب ۲ آیت ۱ میں آتا ہے:۔

"پر خداوند نے ایک بڑی مچھلی مقرر کر رکھی تھی۔ کہ یوناہ کو نگل جائے اور یوناہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ تب یوناہ نے مچھلی کے پیٹ میں خداوند اپنے خدا سے دعا مانگی"

سو یونسؑ نبی کا مچھلی کے پیٹ میں دعا مانگنا ان کی زندگی پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس طرح مسیح علیہ السلام کو بھی اپنی پیشگوئی کے مطابق تین دن تک مرا نہیں رہنا چاہیئے تھا۔ بلکہ زندہ رہنا تھا اور ایسا ہی ہُوا۔

ثبوت دوم | دوسرا ثبوت اس بات کا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر مرے نہیں یہ ہے کہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۳ میں لکھا ہے:۔

"لیکن جب انہوں نے یسوع کے پاس آکر دیکھا۔ کہ وہ مر چکا ہے تو اُسکی ٹانگیں نہ توڑیں مگر اُن میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اُسکی پسلی چھیدی اور فی الفور اُس سے خون اور پانی بہ نکلا"

اِس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب آپکو صلیب پر سے اُتارا گیا۔ تو اُسوقت آپ زندہ ہی تھے کیونکہ مردے کا خون جم جاتا ہے اور ان کا خون چھیدنے سے بہ نکلا۔ سو جبکہ مسیح علیہ السلام صلیب پر مرے ہی نہیں بلکہ زندہ رہے تو وہ کیونکر کفارہ ہو گئے اور کیونکر بنی نوع انسان کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن گئے؟ فتدبروا

تردید ششم | کفارہ کی تردید کرتے ہوئے ہم ان عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ یسوع کفارہ ہُوا تو اُس کا کونسا جزو کفارہ بنا۔ الوہیت کا جزو یا انسانیت کا جزو۔ اگر یہ کہو کہ الوہیت کا حصہ۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خدا بھی مر سکتا ہے۔ وہ تو سولی دیئے جانے سے پاک اور مبرّا ہے۔ اور اگر کہو کہ انسانیت کا حصہ۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ بقول تمھارے تمام بنی آدم گنہگار ہیں۔ اسلئے کہ آدم و حوّا سے وراثتاً گناہ آیا۔ اب کیا مسیح گنہگار نہ ٹھیرا۔ مسیح بھی گنہگار ٹھیرا بلکہ اوروں سے زیادہ۔ کیونکہ توریت میں لکھا ہے:۔

"آدمؑ نے کہا کہ اس عورت نے جسے تُو نے میری ساتھی کر دیا مجھے اس درخت سے دیا۔ اور مَیں نے کھایا۔ تب خداوند خدا نے عورت سے کہا کہ تُو نے یہ کیا کیا۔ عورت بولی کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا۔ تو مَیں نے کھایا" پیدائش ۳ ۱۲-۱۳

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ قصور وار عورت تھی۔ پس جو صرف عورت سے پیدا ہُوا یعنی مسیح۔ وہ زیادہ گنہگار ہُوا بہ نسبت اُن کے جو مرد و عورت دونو سے پیدا ہوئے۔ پس نہ صرف گنہگار بلکہ اوروں سے زیادہ گناہوں والا

تمام عالم کے گناہوں کا کیونکر کفارہ ہو سکتا ہے۔

تردید ہفتم کفّارہ عقل کے بالکل ہی خلاف ہے۔ کیونکہ جو مجرم ہو اُسے سزا دیجاتی ہے نہ کہ بے گناہ کو۔ مسیح بچارے نے کیا گناہ کیا تھا۔ کچھ بھی نہیں گناہ تو لوگ کریں اور سزا بھگتنے کے وقت مسیح آجائے زہر تو زید کھائے اور مرے بکر۔ کبھی ایسا ہوا ہے۔ کبھی ایسا دیکھا ہے کہ مجرم کو تو چھوڑ دیا جائے۔ اور غیر مجرم کو سزا دیجائے۔ یہ بات فہم انسانی میں آ ہی نہیں سکتی کہ گناہ تو لوگ کریں اور لوگوں کو سزا دی نہ جائے۔ بلکہ بے گناہ کو دار پر مارا جائے۔ کیا عقل سلیم اسی بات کی رہنمائی کرتی ہے۔ اور کیا صحیح دماغ یہی بتلاتا ہے۔ مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا فطرت انسانی یہی چاہتی ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر مسیحی لوگ ذرا سوچیں۔ اور تدبّر سے کام لیں تو حق ان پر واضح ہو جائے۔

تردید ہشتم پھر اگر یہ مسیحی لوگ سوچتے تو انہیں اس مسئلے کا بطلان اور بھی صاف طور پر نظر آجاتا۔ مگر افسوس ہے آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب ٭ ورنہ قبلہ تھا ترا رخ کافر و دیندار کا۔ نہ سوچا۔ کہ کفّارہ پر ایمان لانے سے کسقدر نتائج بد نکلنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ یہ خواب غفلت میں پڑے رہے اور اپنے بڑبڑانے کو حقیقت سمجھتے رہے۔ انہیں کیا ہو گیا کہ انہیں نظر نہ آیا۔ کہ اس طرح تو خداوند خدا زمین و آسمان کا خدا بھی الزامات سے نہ بچا۔ لوگو ذرا سوچنا کہ کیا اس عقیدہ کو مان لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قدوسوں کا قدّوس وہ وراء الوریٰ ہستی رکھنے والا وہ پاکوں کا پاک اِس عالم جسمانی کو ایک نظر سے نہیں دیکھتا۔ ورنہ پھر کیا وجہ کہ اُسنے اپنے اس اکلوتے یسوع کو ابتداء آفرینش میں نہ بھیجا۔ بلکہ مدّت مدید اور عرصۂ طویل کے گذرنے کے بعد اس عالم میں اُتارا۔

پیروان یسوع! مَیں تم سے پوچھتا ہوں۔ ذرا سوچکر جواب تو دینا کہ بھلا کیوں نہ کوئی کہے کہ اکلوتے بیٹے کا ابتداء دنیا میں نہ آنا اور ابتداء میں آکر پہلے لوگوں کے بھی گناہوں کا کفّارہ نہ بننا خدا و ند خدا کے عدل۔ انصاف۔ رحم۔ شفقت اور محبّت کے خلاف ہو گیا۔

تردید نہم پھر ہمیں اِس مسئلہ کی بطالت میں کچھ شبہ ہی باقی نہیں رہ جاتا جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو عیسائی اِس امر کے مدّعی ہیں کہ کفارے پر ایمان لانے سے گناہ انسانی بخشے جاتے ہیں اور سزا جو گناہوں کے عوض بتلائی گئی تھی وہ مرد کا محنت سے روٹی کمانا اور عورت کا دردِ زہ سے بچہ جننا تھا مگر دوسری طرف ہم ان کفّارہ پر ایمان رکھنے والے عیسائیوں کے اندر بھی بعینہ وہی سزا پاتے ہیں جو اُن لوگوں کے اندر ہے کہ جو اس مسئلہ کفّارہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ میرا مطلب اس تحریر سے یہ ہے کہ جبکہ کفّارہ ماننے والے مرد بھی محنت سے روٹی کماتے اور کھاتے ہیں اور جبکہ کفّارہ ماننے والی عورتیں بھی دردِ زہ

سے بچے جنتی ہیں۔ جیسا کہ کفّارہ پر ایمان نہ لانیوالے مرد محنت سے روٹی کماتے اور کھاتے ہیں اور جیسا کہ کفّارہ پر ایمان نہ رکھنے والی عورتیں دردِ زہ سے بچے جنتی ہیں۔ تو پھر اِن عیسائیوں میں اور ان غیر عیسائیوں میں اس مسئلے نے کیا تغیر اور فرق پیدا کر دیا۔ اس سے تو ظاہر ہے کہ اس کا ماننا اور نہ ماننا دونو برابر ہیں جیسا کہ نہ ماننے والے سزا بھگت رہے ہیں۔ ویسے ہی اور بعینہٖ وہی سزا ماننے والے بھگت رہے ہیں۔ تو جبکہ یہ ساری سزا اُن میں بھی ہے تو پھر کفّارے کا فائدہ ہی کیا ہوا۔ اور کیونکر معلوم ہوا کہ اُن کے گناہ بخشے جا چکے جبکہ گناہوں کی سزا ان میں باقی ہے۔

تردید دہم | پھر جبکہ ہم اناجیل اربعہ کو پڑھتے ہیں تو وہاں ہمیں بہت سی وہ تعلیم نظر آتی ہے کہ جو مسیح ناصری اپنے حواریوں کو دیتے ہیں اور اُن پر عمل کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ ہم ان پیروان مسیح سے پوچھتے ہیں کہ اگر کفّارہ ہی ذریعہ نجات تھا اور اگر صرف کفّارہ پر ایمان رکھنے سے ہی انسان نجات کو حاصل کر سکتا تھا۔ تو مسیح علیہ السّلام نے اپنی وہ تعلیم جو متی میں درج ہے مرقس میں درج ہے لوقا اور یوحنّا میں درج ہے۔ کس غرض کے لئے دی اور کیوں دی۔ آپ کا وہ تعلیم دینا اس بات پر بیّن اور واضح ثبوت ہے کہ آپ نیک اعمال اور نیک افعال کو ہی نجات کا ذریعہ قرار دیتے اور سمجھتے تھے نہ کہ کفّارہ وغیرہ کو۔

آپ کی وہ تعلیم جو متی میں درج ہے اُس کا مَیں کچھ خلاصہ لکھے دیتا ہوں کہ تا قارئین کرام اس امر کو بخوبی سمجھ سکیں کہ اگر کفّارہ ہی نجات کے لئے کافی تھا تو پھر تعلیم کیوں دی گئی اور اس پر کیوں زور دیا گیا۔ متی کی کچھ تعلیم یہ ہے:۔

تم اپنے بھائیوں پر غصّے مت ہو۔ انہیں پاگل مت کہو۔ انہیں احمق نہ پکارو۔ اپنی بُری خواہشات کو ترک کر ڈالو۔ تمھارا دایاں ہاتھ تمھیں گمراہی کے گڑھے میں پھینکے تو اُسے کاٹ ڈالو۔ تمھاری دہنی آنکھ اگر تمھیں ٹھوکر کھلائے تو اُسے نکال کے باہر پھینک دو۔ نیک اعمال بجا لاؤ۔ تورات کے چھوٹے سے چھوٹے حکم پر بھی عمل کرو۔ شریر کا مقابلہ مت کرو۔ اپنے دشمنوں سے محبّت رکھو۔ دُکھ دینے والوں کے لئے دعائیں مانگو۔ ریا مت کرو۔ صدقہ و خیرات بجا لاؤ۔ توبہ کرو اور دعائیں مانگو۔ روزے رکھو۔ اپنے بھائیوں کے قصور معاف کرو۔ زمین پر مال جمع مت کرو۔ خدا پر بھروسہ رکھو۔ عیب جوئی مت کرو۔ رحم کرو۔ حلیم بنو۔ صلح جُو ہو جاؤ۔ پاک دل بن جاؤ۔ ایسے نیک اعمال بجا لاؤ کہ آسمان پر ستاروں کی مانند چمکو۔ (متی)

یہ وہ کچھ تھوڑی سی تعلیم ہے جو مَیں نے اپنے الفاظ میں متی سے نقل کی ہے۔ مَیں اس تعلیم کو پیش کرتے ہوئے حق کے طالبوں اور سچائی کے دلدادوں کو بتلاتا ہوں۔ کہ دیکھو اگر کفّارہ ہی ذریعہ نجات تھا۔

اور وہی کافی اور وافی تھا۔ تو پھر تو کسی تعلیم کی ضرورت نہ تھی اور نہ کسی عمل کی حاجت۔ مگر کیا ہوا کہ مسیح یہ تعلیم دے رہے ہیں۔ سوچو اور سمجھو اور حق کی تلاش کرو۔ کہ حق تمہارے مذہب میں نہیں۔

تردید یازدہم اس کے بعد میں ایک اور طریق پر بھی اس مسئلے کا ردّ لکھتا ہوں کہ جس سے اس کی بطالت بخوبی ذہن نشین ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس مسئلہ پر ایمان رکھنے سے بہت سی وہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے انسان کسی کام کا بھی نہیں رہتا۔ صحیح اور سچے مسئلے کی شناخت کا یہ ایک نہایت عمدہ اور زرین اصل ہے۔ یہ دیکھا جائے کہ اس کے ماننے سے ہمیں کونسے وہ فوائد نظر آتے ہیں۔ کہ جن سے ہم اس سے پیشتر بالکل ہی محروم تھے۔ اور یہ کہ اگر اس کو نہ مانا جائے تو پھر وہ کونسے نقصانات ہیں کہ جن سے ہم حصّہ لینگے۔ مگر یہ کفّارے کا ایسا مسئلہ ہے کہ اسکے ماننے سے نہ صرف یہ کہ کوئی فائدہ ہی نہیں۔ بلکہ اُلٹا نقصان ہی نقصان ہے۔ اور خرابی ہی خرابی ہے۔ پس ایسا مسئلہ کسی صورت میں بھی سعید طبائع کے قلوب پر اپنا اثر نہیں کر سکتا۔

پہلی خرابی سب سے پہلی خرابی اور نقصان تو اس مسئلے پر ایمان رکھنے سے یہ وارد ہوتا ہے کہ اس طرح انسان کو گناہوں اور بدیوں پر جسارت اور دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ کسی گناہ کے کرنے سے بھی نہیں رُکتا۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ مسیح آیا اور سارے جہان کے گناہ اُٹھا لے گیا۔ پس جبکہ ہم سے کسی نے ۔۔۔ پوچھنا ہی نہیں۔ اور کسی نے باز پُرس کرنی ہی نہیں۔ تو پھر میں جو چاہوں کروں۔ جو مرضی آئے بنوں۔ اور حقیقت یہی ہے کہ اس مسئلے پر ایمان رکھتے ہوئے انسان یہی کہنے کا حق رکھتا ہے اور کسی دوسرے کا حق نہیں کہ وہ اُسے روکے اور منع کرے۔ پس افسوس کہ اس مسئلہ نے کوئی فائدہ نہ بتلایا۔

دوسری خرابی پھر دوسری خرابی اس مسئلہ کے ماننے سے یہ نظر آتی ہے کہ ایک نبی کو ایک خدا کے رسول اور برگزیدہ کو جو اس دنیا میں خداوند اپنے خدا کا جلال قائم کرنے آیا۔۔ ۔۔ لعنتی اور ملعون ماننا پڑتا ہے۔ میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ خود بائیبل میں لکھا ہے:۔

"کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے" استثناء ۲۱/۲۳

پس وہ مسئلہ کہ جس کے ماننے سے جس کی تصدیق اور تائید کرنے سے خداوند تعالیٰ کے ایک نبی کو جھوٹا بلکہ لعنتی ماننا پڑے وہ کیا حقیقت رکھتا ہے کہ زیرک اور عقلمند طبائع اسے اپنے دماغ میں جگہ دیں۔

تیسری خرابی پھر دیکھو کہ اس مسئلے پر ایمان رکھنے سے تو لازم آتا ہے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کو سزائیں نہ دی جائیں بلکہ انہیں اپنے حال ہی پر رہنے دیا جائے۔

اے دانشمندان قوم! ذرا سوچو کہ کیا تمھارے قلوب اس امر کو سن کر خوشی اور مسرت محسوس کرینگے کہ ڈاکو اور چور اور مفسد تو تمھارے گھروں کو۔ تمھارے ہمسائیوں کو۔ تمھارے اہل محلہ اہل شہر بلکہ اہل ملک کو اُجاڑدیں مگر تم انہیں اس لیئے سزا نہ دو۔ کہ یہ تو کفارے پر ایمان رکھتے ہیں۔ پھر جبکہ ان سب کے گناہ معاف ہو چکے تو کیسی سزا اور کیسی سرزنش۔ اے لوگو! ذرا خلوت میں سوچو۔ ذرا عقل کو کام میں لاؤ۔ خدارا میرے۔ لئے نہیں اپنی بھلائی اور بہتری کے لئے۔ کہ کیا جب کوئی کفارے پر ایمان لائے تو اس کا کچھ حق مفسدوں کو سزائیں دینے کا رہ جاتا ہے یا نہیں۔ پس یقیناً یہ باطل اور لغو مسئلہ ہے کہ جس کا ماننا سلطنت کیلئے۔ لوگوں کے لئے۔ امن و آرام کے لئے۔ بنی نوع انسان کی حاجات کے لئے سخت ہی مضر بلکہ ضرررساں ہے۔ ہم نے حق پہنچا دیا۔ اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا۔

چوتھی خرابی اور عیسائیوں سے خطاب

اے کفارہ پر ایمان رکھنے والو۔ سنو! کہ کس قدر تمھارے احساسات کے خلاف یہ مسئلہ نکلا۔ تمھیں تو ان یہودیوں کا شکر گذار بننا پڑا کہ جنہوں نے تمھارے یسوع کو صلیب پر چڑھا دیا اور صلیب پر چڑھا کے مروا دیا کہ اسکے وسیلے سے تمھاری نجات ہوئی اور تم رضاء مولیٰ کے مستحق بنے۔

افسوس۔ کہ تم نے اپنی آستین کو نہ دیکھا کہ جس کے اندر زہریلا سانپ بیٹھا تمھارے ڈسنے کی فکر میں تھا۔ تم راحت اور آرام سے ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ اُس نے ڈسا اور تمھاری روحانی زندگی کا خاتمہ کردیا۔ سنو ان یہودیوں نے کیا کیا۔ تمھاری کتابوں میں ہی لکھا ہے:۔

"اِس پر انہوں نے اُس کے مُنہ پر تھوکا اور اُس کے مُکّے مارے۔ اور بعض طمانچے مار کے کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ کس نے تجھے مارا" متی $\frac{26}{27}$

ایسے ہی لکھا ہے:۔

"کانٹوں کا تاج بنا کر اُس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اُسکے دہنے ہاتھ میں دیا اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُسے ٹھٹھوں میں اُڑانے لگے۔ کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب۔ اور اُس پر تھوکا۔ اور وہی سرکنڈا لیکر اُسکے سر پر مارنے لگے" متی $\frac{27}{29}$

پس اے عیسائیو! تمھیں تو اُن یہودیوں کا تہ دل سے شکر گذار بننا پڑا۔ کہ جنہوں نے مسیح کے منہ پر تھوکا۔ اسے مُکّے مارے۔ اسے طمانچے مارے۔ اس کے سر پر کانٹوں کا تاج بنا کر رکھا۔ اس سے ٹھٹھے اور تمسخر کیئے اور بالآخر اُسے صلیب پر کھینچ دیا۔ مگر کیا اس سے تمھارے احساسات نہیں اُبھرتے۔ کیا تمھارے قلوب غیظ و غضب سے مشتعل نہیں ہو جاتے۔ پھر تمھیں کیا ہُوا کہ اُسی پر ضد کرتے ہو جو تمھاری نقصان

کا موجب بنا۔ اور اُسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو کہ جو تمہارے لئے ہزاروں فوائد کا مخزن نکلا۔ پس اے خفتہ دلو بیدار ہو جاؤ۔ اے معبودانِ باطلہ کی پرستش کرنیوالو۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ کہ تمہارے سامنے حق پیش کر دیا گیا۔ اٹھو اور اُس خوانِ نعمت سے حصّہ لو۔ جو خدا نے تمہاری ہدایت کے لئے اُتارا جس کی موسیٰؑ نے بشارت دی۔ اور جس کی عیسیٰؑ نے خوشخبری دی۔ سوتے رہے تو قیامت تک نہ اٹھو گے۔ تم نے حق پا لیا۔ اور صداقت کو دیکھ لیا۔ اُس چشمہ پر پہنچ گئے۔ جو صداقت اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ پس اب جھکو اور آبِ حیات کے پانی کے دو گھونٹ لو۔ تا تمہاری خشکی دور ہو۔ اور تم تر و تازہ ہو جاؤ۔ تم خوشی اور مسرت سے بھر جاؤ۔ اور اپنی آخرت کے لئے بہترین توشہ جمع کر سکو۔ اللّٰھم آمین۔

والسّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

نامحرم عورت سے مصافحہ

ہم اپنے مکرّم معظم ڈاکٹر محمد شاہ نواز خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے ممنون ہیں کہ آپ کچھ نہ کچھ وقت نکال کر اپنے رشحات قلم سے سیراب آرزو فرماتے اور ہمارے معلومات بڑھاتے ہیں غالباً ڈاکٹر صاحب پہلے نوجوان ہیں۔ جنہوں نے عہد خلافت ثانیہ میں اپنے علم کو فلسفۂ دین کی تائید میں خرچ کر کے ایک قابل تقلید مثال پیش کی ہے۔ ڈاکٹری تشریحات کچھ فاش گفتاری چاہتی ہیں۔ اور بغیر اسکے وہ علمی بات ذہن نشین اور ثابت نہیں ہو سکتی دوسری طرف مجھے یہ بھی خیال رہتا ہے کہ رسالہ کو خواتین بھی پڑھتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہے ایسا طریق اختیار کیا جاتا ہے کہ اشاروں اور کنایوں میں مطلب ادا ہو جائے لیکن تاہم بعض مسائل کھلی تشریح کو چاہتے ہیں۔ اور ان کا سمجھانا مقدم ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ ایسے مضامین کو بہت توجہ و دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔

مضمون کی اہمیّت اور سپردِ قلم کرنے کی ضرورت

ہمارا یہ دعویٰ ہے۔ کہ اسلام کے سب احکام اپنے اندر ایک باریک فلاسفی اور حکمت رکھتے ہیں۔ گو یورپ ایک عرصہ سے خدا کے راستبازوں کو جھٹلاتا اور اسکے احکام کی ہتک کرتا رہا ہے۔ مگر اب موجودہ علوم اور خاص کر علم النفس کے مطالعہ نے اسکو بتا دیا ہے۔ کہ اسلام کے سب احکام اپنے اندر بہت سے فوائد اور حکمتیں رکھتے ہیں۔ یہ عاجز خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اس مضمون میں

نامحرم عورت کے ساتھ مصافحہ کی حرمت کی وجہ اور اس کی فلاسفی از روئے طب و علم النفس بتائیگا۔ اور عورتوں سے مصافحہ اور کھلے میل جول کے مضر اثرات اور برے نتائج کو بیان کریگا۔ جس سے اسلام کے اس عظیم الشان مسئلہ کی فلاسفی آپ لوگوں پر بخوبی واضح ہو جائیگی جس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الہام کے ذریعہ آج سے تیرہ سو برس پہلے دنیا کو بتایا۔

حصول تقویٰ اور عفت کے قیام کے لئے اس اہم مسئلہ پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ مگر افسوس ہمارے دیگر مسلمان بھائی اس حکم کی اہمیت اور اس کی خلاف ورزی کے نقصان کو نہیں سمجھے۔ چنانچہ اسلام کے اس نہایت ضروری حکم کی ہمارے نوجوان مغربی ممالک میں جا کر صریح خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس طرح اسلام کے پاکیزہ احکام کی ہتک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ میں بالوثوق کہتا ہوں۔ کہ آج مسلمان کہلانے والے لوگوں میں سے شائد ہی کوئی ایسا فرد بشر ہو۔ جس کو کسی یوروپین لیڈی سے مصافحہ کرنے کا موقع ملا ہو۔ اور اس نے ہاتھ ملانے سے انکار کیا ہو۔

مسلمانوں نے یورپ میں اسلام کے اس حکم کی اتنی آزادی کے ساتھ اور کھلے طور پر خلاف ورزی کی ہے۔ کہ ان لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اسلام نامحرم عورتوں سے مصافحہ کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ پچھلے سال جب ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ ولایت میں مع اپنے بارہ اصحاب کے تشریف لیگئے اور انہوں نے اسلام کے اس حکم پر سختی سے عمل کیا (اور اس طرح وہاں کے مسلمان طلباء کو بتا دیا کہ ولایت میں بھی ایک مسلمان کا عورتوں سے مصافحہ کرنے کے بغیر کام چل سکتا ہے) تو ان لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا۔ کہ یہ مسئلہ حضرت صاحب نے خود ایجاد کیا ہے۔ یا شاید حضرت احمد نبی اللہ نے صرف احمدیوں کو نامحرم سے مصافحہ کرنے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ غالباً اسی امتیازی نشان کو دیکھ کر سرٹامس آرنلڈ نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ عورتوں سے مصافحہ اسلامی مذہب کا حصہ نہیں ہے مگر میں ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے اور ان کی مزید واقفیت کیلئے یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ہم احمدی لوگ حضرت نبی کریمؐ کے دستور کے مطابق عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے۔ گو عام مسلمان اس کے متعلق کوئی پرہیز نہیں کرتے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:۔ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یصافحن النساء۔ کہ حضرت رسول کریمؐ عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ پھر فرمایا انّی لا اصافحن النساء۔ یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک اور جگہ آتا ہے ما مسّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بامرءۃٍ قطّ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ نیز رسول کریمؐ عورتوں کی بیعت ہاتھ میں ہاتھ لے کر نہ لیا کرتے تھے۔ بلکہ

صرف زبانی کلمات فرماتے تھے اصل بات یہ ہے کہ چونکہ عام مسلمانوں نے اس حکم کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ اسلئے ہمارے موجودہ خلیفۃ المسیح اس حکم کی احمدیوں سے سختی سے تعمیل کراتے ہیں۔ ورنہ یہ حکم ان کی اپنی طرف سے نہیں عام مسلمانوں کی اس حکم کی خلاف ورزی۔ اور اسکے سوسائٹی پر مضر اثرات کو دیکھ کر عاجز کے دل میں تحریک ہوئی ہے کہ نامحرم سے مصافحہ کے بُرے نتائج سے اپنے نوجوان بھائیوں کو مطلع کر دوں۔ چونکہ آجکل کے نئے تعلیم یافتہ طلباء یورپ کی موجودہ تحقیقاتوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض تو مغربی فلسفہ اور طب کی بات کو الہامی کلام سے بھی زیادہ وقعت دیتے ہیں۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خاکسار نے ارادہ کیا ہے۔ کہ اپنے دوستوں کو بتاؤں کہ مصافحہ کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ اور اس کے سوسائٹی اور اخلاق پر علم النفس اور طب کی رو سے کیا اثرات ہیں۔

اس تمہید کے بعد اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

مصافحہ کا مغربی ممالک میں عام رواج

عورتوں سے مصافحہ کا رواج مغربی ممالک میں بہت عام ہے۔ اور اس کو ان مہذب ممالک میں سوسائٹی کا ایک ضروری جزو قرار دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی دو دوست مرد و عورت ملتے ہیں تو وہ آپس میں ہاتھ ملاتے ہیں۔ اور تعارف کراتے وقت بھی اس رسم کا (جو میرے نزدیک محض ایک عادت ہے) ادا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ ہاتھ ملا کر خوب دبانا یا جھٹکا دینا زیادہ پیار اور محبت کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ ادھر مصافحہ کو سوسائٹی کی روح رواں قرار دیا جا رہا ہے اور اُدھر اسلام یہ کہتا ہے۔ کہ یہ سوسائٹی کے لئے سمِ قاتل ہے۔ کیونکہ اس کا مرد و عورت کے اخلاق اور روحانیت پر مضر اثر پڑتا ہے۔ اور بدی کا احتمال ہے اس لئے اس قبیح رسم کو جلد بند کرنا چاہیئے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مشاہدہ اور علم طب و علم النفس کی رو سے کون اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ مگر پیشتر اسکے کہ میں مصافحہ کے نقصان کو طب کی رو سے بیان کروں۔ میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس رسم کی ایجاد کس طرح پر ہوئی۔ کیسی رسم کی ابتدا کا علم اسلئے ضروری ہے۔ کہ بعض باتیں خاص وقت یا خاص حالات کے ماتحت ضروری ہوتی ہیں اور ان حالات کے بدلنے کے بعد انکی ضرورت نہیں رہتی مگر انسان اسکو محض رسمی طور پر یا عادتاً کرتا جاتا ہے جس سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

مصافحہ کی ابتدا کس طرح پر ہوئی

انسان اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار عموماً تین طرح سے کرتا ہے۔ اوّل تحریر دوم تقریر اور تیسرے اشاروں سے۔ ان میں سے اشاروں کا طریق سب سے ابتدائی اور ادنیٰ ناقص طرز اظہار ہے۔ اور یہ طرز

ابتداء میں جبکہ زبان کوئی نہ تھی۔ اور سوسائٹی محفوظ نہ تھی۔ لوگوں نے اختیار کیا۔ جو کہ اب بھی بعض حبشی اقوام میں رائج ہے۔ جوں جوں زمانہ نے ترقی کی قوّت بیانیہ بھی بڑھتی گئی (جو کہ دماغی قوّت کے بڑھنے کا لازمی نتیجہ تھی) اور انسان کے اپنے خیالات اور جذبات کے اظہار کیلئے زبان کو استعمال کرنا شروع کر دیا جس سے مختلف زبانیں پیدا ہو گئیں۔ اسکے بعد جب دماغی قویٰ نے اور ترقی کی تو انسان کے ہاتھ میں لکھنے کی طاقت پیدا ہو گئی جس سے ایک تیسرا ذریعہ خیالات کے اظہار کا پیدا ہو گیا۔ اس کی مثال ہم بچّہ میں دیکھتے ہیں۔ کہ جب پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ پہلے اپنے خیالات اور خواہشات کا اظہار اشاروں سے کرتا ہے۔ ماں سے کوئی چیز مانگنی ہو۔ تو ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ زبان کو استعمال کرنیکی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر آہستہ آہستہ وہ زبان سے الفاظ کہنے شروع کر دیتا ہے۔ اور اسکے بہت مدّت بعد وہ تحریر کے ساتھ اظہار کرنا سیکھتا ہے۔ پس معلوم ہؤا۔ کہ ہاتھ کے اشاروں سے زبان سے بولنے کی ابتدا ہوتی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ پیدائشی گونگے اشاروں سے اور ہاتھوں سے زبان کا کام لیتے ہیں۔ اسی طرح جن کی زبان میں لکنت ہوتی ہے۔ وہ بھی بعض خاص الفاظ کو بولتے وقت سر کو ہلاتے یا ران پر ہاتھ مارتے ہیں۔

مصافحہ کی ابتدا بھی اسی طرح پر ہوئی۔ جب انسان کے علوم تکمیل کو نہ پہنچے تھے۔ اور زبان اور معانی میں ایسی ترقی نہ ہوئی تھی کہ اپنے دلی جذبات اور خیالات کا انسان پورے طور پر دوسرے پر اظہار کر سکے۔ اس وقت تصویری زبان سے زیادہ کام لیا جاتا تھا۔ اور ظاہری حرکات اور سکنات کو زبان کا قائم مقام بنا لیا جاتا تھا۔ مصافحہ کا طریق بھی اسی اصل کے ماتحت جاری ہؤا۔ یعنی ایک انسان دوسرے کا ہاتھ پکڑتا تھا۔ جو اس امر کے اظہار کے لئے تھا۔ کہ تیرا دوست میرا دوست اور تیرا دشمن میرا دشمن۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ ہم ایک دوسرے کے ممد و معاون رہینگے۔ یعنی یہ ایک قسم کا معاہدہ تھا۔

تو پہلے پہل محبّت اور تعلق کے اظہار کے لئے مصافحہ شروع ہؤا۔ اور یہ ایک ابتدائی کمزوری یعنی قوّت بیانیہ کی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ اب متواتر عادت سے یہ بات طبیعت ثانی بن گئی ہے۔ اس لئے اس کا چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اب جبکہ قوّت بیانیہ بہت بڑھ گئی ہے۔ اور انسان اپنے خیالات۔ جذبات اور خواہشات کا اظہار زبان سے یا تحریر سے بخوبی کر سکتا ہے۔ تو اس ناقص طریق کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ اسکے استعمال سے بدی کا احتمال ہے۔ اور مرد و عورت کے اخلاق اور روحانیت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے

اس رسم کو ہمیں جلد خیر باد کہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے بہتر اور محفوظ طریق اظہار ہمارے پاس موجود ہیں۔ اسوقت یورپ میں مصافحہ کا رواج محض عادت سے بڑھ کر نہیں۔ جس میں یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کی بلاضرورت اور بلا سوچے سمجھے تقلید کر رہے ہیں۔

نامحرم سے مصافحہ کے خطرات

علم النفس کی رو سے مصافحہ کی حرمت کی وجہ

علم النفس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان کے اندر مختلف قوٰی ہیں بعض متاثرہ اور بعض مؤثرہ ہیں۔ اوّل الذکر طاقت سے انسان دوسرے کے اچھے یا بُرے خیالات کو لیتا ہے۔ اور ثانی الذکر طاقت سے دوسرے پر اپنے اچھے یا بُرے خیالات منتقل کرتا ہے۔ یہ دونو طاقتیں کم و بیش سب میں پائی جاتی ہیں۔ مگر یہ مسلّمہ امر ہے۔ کہ عورتوں میں قوّت مؤثرہ کم ہوتی ہے اور وہ دوسرے کا اثر جلد قبول کر لیتی ہیں۔ مگر اثر ڈال بہت کم سکتی ہیں۔ اسی لئے انکو آسانی سے ہپناٹائیز کیا جا سکتا ہے۔ پس معلوم ہؤا۔ کہ عورتوں پر مردوں کے بُرے خیالات کا اثر جلد پڑ سکتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خیالات اور جذبات کے منتقل کرنیکے کونسے مختلف ذرائع ہیں۔ اوّل تو قوّت بیانیہ یعنی زبان ہے۔ دوسرے آنکھیں یعنی قوّت باصرہ۔ اور تیسرے قوّت لامسہ یعنی چھونا ہے۔ ان تین طریقوں سے انسان اپنے اچھے یا بُرے خیالات کا اثر دوسرے پر ڈال سکتا ہے۔ اسلام چونکہ ایک کامل مذہب ہے۔ جس نے بدی کے موجبات کا دروازہ بند کیا ہے۔ لہذا اس نے بدی کو جڑھ سے ہی اکھیڑ دیا ہے۔ اوّل مرد و عورت کے کھلے میل جول اور ہاتھ ملانے سے بعض نقائص اور بدیوں کے پیدا ہونیکا اندیشہ تھا۔ اور اُن کے اخلاق اور روحانیت پر بُرا اثر پڑ سکتا تھا۔ اس لئے اسلام نے پردہ کا حکم دیا اور مصافحہ سے منع کر دیا۔

دوسرا ذریعہ اثر ڈالنے کا قوّت باصرہ یعنی آنکھ تھی۔ اس سے بھی خطرات اور نقائص پیدا ہو سکتے ہیں اسوجہ سے آنکھ کی آزادی کو بھی روک دیا اور مرد و عورت دونو کو حکم دیا کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور ایک دوسرے کو بھی نہ چھوئیں۔ زبان کو اسلام نے نہیں روکا۔ کیونکہ اس پر قید لگانے سے ضروریات زندگی میں سخت روک پیدا ہو جاتی تھی۔ اسواسطے بات چیت کرنے کو جائز رکھا۔ کیونکہ اس سے کسی نقص کا اندیشہ نہیں۔

طب کی رو سے مصافحہ کے خطرات

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ مرد کے بُرے خیالات ہاتھ کے ذریعہ سے (قوّت لامسہ) عورت میں جلد منتقل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ عورت میں قوّت متأثرہ زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسطرح غیر عورت کو چھونے سے

خیال بدی کی طرف جلد مائل ہو جاتا ہے۔ جس سے بعض خطرناک نتائج پیدا ہونیکا احتمال ہے۔ جو کہ قوموں کو تباہ کرنے اور اخلاق اور روحانیت کی بنیادوں کو پارہ پارہ کرنیکا موجب ہوئے ہیں۔

اب میں قوّت لامسہ کے متعلق ایک ایسی حقیقت کا انکشاف آپ لوگوں پر کرتا ہوں۔ جس سے مصافحہ کے خطرات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

ہاتھ کی جلد میں حس پیدا کرنیوالے یا نرم دباؤ کو محسوس کرنے کے لئے خاص قسم کے اعصابی دانے جنکو ٹکٹائل کارپسلز کہتے ہیں۔ بہت بڑی تعداد میں موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح کے حس پیدا کرنیوالے دانے جلد کے متعدد مقامات پر کم و بیش موجود ہیں۔ اور یہ دانے مرد و عورت کے اعضائے مخصوصہ پر خاص طور پر زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اور انکی شکل و شباہت بھی ہتھیلی کے دانوں سے بہت ملتی ہے۔

علم النفس کا ایک بہت بڑا ماہر ڈاکٹر ایلس جس نے علم تذکیر و تانیث (یوجینکس) پر چھ جلدوں کی ایک بہت ضخیم اور مستند کتاب لکھی ہے۔ قوّت لامسہ کے عجائبات یوں بیان کرتا ہے۔

فعل جماع کا قوّت لامسہ پر بہت انحصار ہے۔ کیونکہ ابتدائی اور آخری حالت کے لئے جلد کی حس ہی محرک ہوتی ہے۔ اور خارجی اثرات میں سے سب سے غالب قوّت لامسہ یعنی مخصوص مقامات کی آپس میں رگڑ ہی ہے۔ جو فعل جماع کے مرکز کو جو کہ پیٹھ کے اعصاب (حرام مغز) میں ہوتا ہے۔ صدمہ پہنچا کر اس فعل کی تکمیل کرتی ہے۔ چنانچہ جلد کی حس سے ہی جسم کو یہ سب لذت حاصل ہوتی ہے۔ لمس دماغ میں ایک عجیب کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ جو کہ حیوانی خواہشات کو اُبھارنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

پروفیسر ایلیس کا خیال ہے۔ کہ مصافحہ جماع کے عصبی مرکز میں اشتعال پیدا کر سکتا ہے جس سے شہوانی قویٰ میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک لیڈی کا واقعہ لکھا ہے۔ جو کہ ایک جنٹلمین کے ساتھ دفتر میں کام کیا کرتی تھی۔ اور ان دونو کی بعد میں شادی ہو گئی۔ ایک دن خاوند نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تم کو میرے ساتھ کس طرح محبت ہو گئی تھی۔ ہمیں تو علیحدہ سیر وغیرہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس عورت نے بیان کیا کہ مجھے صرف ایک دفعہ آپکے ساتھ ہاتھ ملانیکا موقعہ ملا تھا۔ جس سے میرے دل میں آپکی محبت شروع ہو گئی۔

پھر یہ بات بعض کو معلوم ہوگی۔ کہ جب کسی لیڈی کو کسی مرد سے محبت ہوتی ہے۔ یا وہ اسکی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنا چاہتی ہے۔ تو وہ اس کے ہاتھ کو مصافحہ میں دباتی ہے۔ اس لئے کہ مصافحہ

بھی جذبات اور احساسات کو ابھارتا ہے۔

پھر وہ لوگ جن کی خواہش جماع یا شہوانی جذبات کسی بیماری کی وجہ سے بہت بڑھ جاتے ہیں جسکو (سیکشوئل ہائی پرایستھی زیا ....) کہتے ہیں جو کہ عموماً مخصوص مقامات کی خراش اور اُن کی حس کے بڑھ جانے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کا مصافحہ خاص طرز کا ہوتا ہے جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا تعلق مشاہدہ سے ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور خطرہ ہاتھ ملانے میں یہ ہے۔ کہ جوش کے وقت عورتوں کے ہاتھ کی ہتھیلی میں آسانی سے گدگدی کی جا سکتی ہے۔ معلوم رہے۔ کہ گدگدی ہونا ایک دماغی کیفیت ہے۔ اور اس میں شعور خارجی کا بہت دخل ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انسان خود اپنے آپکو گدگدی نہیں کر سکتا۔ ہاں دوسرے کے ہاتھ سے گدگدی جلد ہو سکتی ہے۔ پھر اس میں بھی قوت متأثرہ کا بہت دخل ہے۔ کیونکہ اگر انسان پختہ ارادہ کرے۔ کہ میں گدگدی نہیں ہونے دونگا۔ تو اسکو نہیں ہوتی۔ جسم کے دیگر مقامات پر گدگدی کرنے سے ہنسی پیدا ہوتی ہے۔ مگر جن مقامات کا اعضائے مخصوصہ سے تعلق ہے۔ یعنی جو اس خواہش کے اُبھارنے میں محرّک ہوتے ہیں۔ اُن کو اگر گدگدی کی جائے۔ تو شہوانی خیالات کے اُبھار کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر نابالغ لڑکی کو گدگدی کی جائے۔ تو وہ ہنستی ہے۔ اور اگر بالغ کو کی جائے۔ تو اس میں شہوانی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ شادی سے پہلے شہوانی قوت گ.گ.ی کے مقامات کے رستہ منتشر ہوتی ہے شادی کے بعد گدگدی کی حس کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آئس لینڈ کے لوگوں میں رواج ہے۔ کہ کنوارپن دیکھنے کیلئے وہ گ.گدی کی حس کا امتحان کرتے ہیں۔ اگر عورت کو گدگدی خوب ہو۔ تو وہ پاکدامن ہے۔ ورنہ نہیں۔

عورت کی شہوت کو اُبھارنے والے مختلف مقامات میں سے ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی بھی ہے۔ جس پر مصافحہ کرتے وقت دباؤ پڑتا ہے۔

اس سے احباب قیاس کریں کہ ان حالات کے ماتحت نامحرم عورتوں سے بالعموم اور کنواری عورت سے بالخصوص ہاتھ ملانا کس قدر خطرناک ہے۔ جوش شہوت کے وقت ہاتھ کی ہتھیلی گدگدی کے اثر کو جلد قبول کر لیتی ہے۔ اور گدگدی میں غیر کے اثر کا بہت دخل ہے۔ تو بتاؤ۔ کہ اگر اس صورت میں عورت کی ہتھیلی کو غیر مرد کا ہاتھ لگے اور وہ اُس کے نرم و نازک ہاتھ کو پیار اور محبت سے آہستگی دبائے تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔

حیوانوں میں شہوانی قویٰ کی محرک صرف قوّت شامہ ہے۔ جو کہ انسان میں بہت کم رہ گئی ہے۔ اور اس کی بجائے قوّت لامسہ بہت بڑھ گئی ہے۔ اس سے اُتر کر قوّت باصرہ ہے۔ اسلام نے دونو پر قید لگادی ہے۔ تاکہ بدی کا دروازہ بند ہو جائے۔

مردوں کا آپس میں مصافحہ کیوں جائز ہے؟

سوال ہو سکتا ہے کہ اگر عورت مصافحہ سے مرد کے بُرے خیالات کے اثرات کو قبول کر سکتی ہے تو کیا مرد نہیں کر سکتے۔ تو پھر مردوں کو کیوں آپس میں مصافحہ کی اجازت ہو۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بُرے خیالات ایک سے دوسرے میں اس وقت منتقل ہوتے ہیں۔ جب ایک دوسرے کی ذات کے متعلق ہوں۔ ایک مرد کو دوسرے مرد کے متعلق بُرے خیالات اس کی ذات کے متعلق نہیں ہو سکتے۔ عورتوں میں فطرتاً قوّت متأثرہ زیادہ ہے اس لئے وہ بُرے اثر کو نسبتاً جلد قبول کر لیتی ہیں اوّل تو ایک صحیح الفطرت شخص کو دوسرے مرد کے متعلق بُرے خیالات آتے ہی نہیں۔ کیونکہ یہ امر خلاف فطرت انسانیہ ہے۔ لیکن اگر کسی ناقص الفطرت شخص کو ایسا خیال آ بھی جائے۔ تو اسکے بد اثر کو دوسرا مرد جس میں قوّت مؤثرہ کافی ہے۔ قبول نہیں کریگا۔ اور اسکے برعکس حالت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے۔ جبکہ دوسرے مرد کی قوّت مؤثرہ یا قوت ارادی بہت کم ہو۔ جو شاذ کے حکم میں آ سکتی ہے۔

کیا مصافحہ پیار بڑھانے کا ذریعہ ہے؟

ولایت میں ایک انگریز نے سوال کیا کہ اگر رسول کریمؐ یورپ میں ہوتے تو ضرور مصافحہ کو جائز قرار دیتے۔ کیونکہ مصافحہ محبّت اور پیار بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ اور رسول کریمؐ دنیا میں محبّت اور پیار بڑھانے کو آئے تھے۔ نہ کہ روکنے کی غرض سے۔

اس سوال کا جواب ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اسکو یہ دیا تھا:۔

"جب ایک چیز کو دوسرے کے لئے قربان کیا جاتا ہے۔ تو یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کہ کونسی چیز اس قابل ہے۔ کہ اسکو دوسری پر قربان کیا جائے۔ رسول کریمؐ دنیا میں اس لئے آئے تھے کہ مرد و عورت دونو کی روحانیت بڑھے۔ بدی اور بد خیالات دُور ہوں۔ اور وہ ایسے پاک ہو جائیں کہ انکا خدا سے تعلق پیدا ہو جائے۔ اس میں شک نہیں کہ آپکی غرض یہ بھی تھی کہ بنی نوع انسان کو ایک دوسرے سے تعلق اور محبت ہو۔ مگر تعلق اور محبت کو بڑھانے کے لئے صرف ہاتھ کا ملانا اور مردوں کا میل جول ہی نہیں۔ بلکہ محبّت کے بڑھانے کے اور بہت سے ذرائع ہیں۔ ہاں اللہ

صرف ایک ابتدائی کمزوری کی وجہ سے قوت بیانیہ کی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ اب وہ ایک عادت سے بڑھ کر نہیں۔ مگر چونکہ یہ عادت روحانیت اور پاکیزگی کے رستہ میں روک تھی۔ اور مقصد اعلیٰ کو اس سے ٹھوکر لگتی تھی۔ اس وجہ سے اسکو روک دیا گیا۔ ایک طرف روحانیت۔ پاکیزگی اور تعلق باللہ ہیں۔ دوسری طرف ایک عادت کا سوال۔ پس ان میں دیکھ لینا چاہیئے کہ ان میں سے کس چیز کو دوسرے کے لئے قربان کرنا عقلمندی ہے۔ پھر آنحضرت صلعم اور قرآن پاک کی تعلیم ہر ملک اور ہر زمانہ کے لئے ہے۔ اور کامل اور اکمل تعلیم ہے۔ اس زمانہ میں جو کچھ حالات یورپ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کا بھی خدا کو علم تھا۔ پس اس عالم الغیب ہستی نے ہی ایسا حکم اپنے رسولؐ کی معرفت دیا۔ اسلئے یہ سوال کہ رسول اللہؐ اگر یورپ میں ہوتے تو مصافحہ جائز رکھتے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا"

کیا مغرب میں مصافحہ کا روکنا مشکل ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ مغرب میں مرد و عورت کے ہاتھ ملانے کو یک دم چھڑانا مشکل ہے۔ کیونکہ یہ اُن میں عادت بن گئی ہے۔ مگر بُری عادتیں بھی تو ہمت اور استقلال کے ساتھ آہستہ آہستہ چھوڑی جا سکتی ہیں۔ انبیاءؑ کے دنیا میں آنے کی یہی بڑی غرض ہوتی ہے۔ کہ وہ بُری عادتیں چھڑائیں۔ اور بھلی باتیں قائم کریں۔ وہ ہمیشہ ایسے وقت میں آتے ہیں۔ جب زمانہ کی رَو انکی تعلیم کے خلاف چل رہی ہوتی ہے۔ مگر وہ اس رَو کو پلٹ کر دکھا دیتے ہیں۔ بلکہ یہی ان کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔ کہ وہ زمانہ کے خلاف چل کر کامیاب ہوتے ہیں۔ عرب میں بھی ہاتھ ملانے کا رواج تھا تو کیا رسول اللہؐ اسکو روکنے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ ہوئے اور ضرور ہوئے۔ ہمیں یقین ہے کہ اسی طرح اس زمانہ کا مامور و مُرسل حضرت احمدؑ جری اللہ بھی موجودہ زمانہ کی رَو کو پلٹ دیگا۔ اور اُن کی بُری عادتوں کے چھڑانے میں کامیاب ہوگا۔ پس یقین رکھو۔ کہ یورپ اسکو مانیگا۔ اور ضرور مانیگا۔ اور یقیناً مانیگا۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ یورپ اسلام کے سامنے اپنی گردن جھکا دے۔ اور اپنے تمام پُرانے ہتھیار ڈال دے۔

اب ہم مضمون کے خاتمہ پر پہنچ چکے ہیں۔ اسلئے مَیں اپنے نوجوان بھائیوں کو پھر یاد دہانی کراتا ہوں کہ نامحرم سے مصافحہ کے نتائج سخت خطرناک ہیں۔ اس لئے انکو اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور مَیں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مغرب میں عورتوں سے ہاتھ ملانے کے بغیر کام چل سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس اس کی مثالیں موجود ہیں۔ ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ پچھلے

سال مذہبی کانفرنس کے موقع پر اپنے بارہ اصحاب کے ساتھ ولایت تشریف لیگئے۔ اور انہوں نے بڑے بڑے لارڈوں۔ ایڈیٹرانِ اخبار۔ سفراء اور وزراء سے ملاقاتیں کیں۔ اور دعوتوں اور ٹی پارٹیوں میں بھی مدعو کیئے گئے۔ جہاں لیڈیوں سے تعارف بھی کرایا گیا۔ مگر انہوں نے اور ان کے اصحاب میں سے کسی نے ان لیڈیوں کے ساتھ ہاتھ نہیں ملایا۔ اسی طرح ہمارے مُسلم مشنری جو ولایت اور امریکہ میں مقیم ہیں۔ وہ بھی عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتے۔

یاد رکھو کہ اس میں عورت کی کوئی ہتک نہیں۔ ہاں اگر کوئی لیڈی ہاتھ بڑھاوے۔ اور پھر اس سے ہاتھ نہ ملایا جائے۔ تو وہ ہتک خیال کرتی ہے۔ مگر اس کا علاج آسان ہے۔ اور وہ یہ کہ تعارف سے پہلے یہ بتادیا جائے۔ کہ میرے مذہب میں ہاتھ ملانا منع ہے۔ تو پھر وہ آپکے مذہبی احساسات کا پاس رکھ کر آپسے ہاتھ ملانے کی کوشش نہ کریگی۔ ہم کو یہ تعلیم دی گئی ہے۔ کہ ہم عورتوں کی جہانتک ہوسکے عزت کریں مگر مصافحہ سے اسلیئے منع کیا۔ کہ یہ ان کے لیئے اعلیٰ تقویٰ کے حصول میں روک پیدا کرتا ہے۔ نہ اسلیئے کہ عورتوں کی ہتک ہو۔ ہمیں بفضلِ خدا یقین ہے۔ کہ یورپ جلد اسلام کی تعلیم کی خوبیاں اپنے اندر محسوس کریگا۔ اور اپنا پُرانا تمدن چھوڑ کر اسلامی تمدن کو خوش آمدید کہنے پر مجبور ہوگا۔ چنانچہ اسکے آثار نمایاں ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ بعض انگریز لیڈیوں نے اب مردوں سے مصافحہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ ہالینڈ میں ہماری ایک احمدی بہن مِس بڈ نے اسکو بالکل ترک کر دیا ہے۔ اور نہ صرف خود بلکہ دوسری عورتوں کو بھی مصافحہ چھوڑنے کی ترغیب دے رہی ہے۔

اب میں سب بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اخلاق اور روح کی درستی۔ روحانیت کے بڑھانے اور تعلق باللہ کو قائم کرنے کے لئے اس مضر رسم کو جو ایک عادت سے بڑھ کر نہیں چھوڑ دیں۔ کیونکہ اس سے بدی کا احتمال ہے۔ تعلق اور محبت کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو قوتِ بیانیہ دی ہے۔ اس لئے اب ہمیں اس تصویری زبان کی ضرورت نہیں۔ جو کہ ابتداء میں استعمال کی گئی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان بھائیوں کو اسلام کے اس حکم کی فلاسفی کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ اور یورپ کے لوگوں کو بھی جلد اسلامی تمدن کی خوبیوں کو سمجھنے اور اس کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین والسلام

انگریزی ریویو لنڈن کا ترجمہ

اسلام یورپ میں کسی شخص نے اخبار میں یہ لکھا کہ سلطنت برطانیہ اصل میں اسلامی سلطنت ہے۔ کیونکہ دنیا کے مسلمانوں کا کثیر حصہ اس سلطنت کے جھنڈے کے نیچے آباد ہے۔ اور شہنشاہ جارج کی بہت سی رعایا مسلمان ہے۔ اس بات نے برطانوی پبلک کے دلوں میں ایک استعجاب پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ لنڈن کے ایک اخبار نے لکھا ہے کہ "لوگوں نے اب اس بات کو محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ کہ ان کو اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے چاہئیں۔ کیونکہ اس بات کا معلوم کرنا اب سیاسی تقاضا ہے۔ جہاں بیلٹ باکس (اندرونی انتخاب حکومت) کی اپیلوں نے تکرار سے ایک عام شخص کو اپنی شخصیت کی اہمیت محسوس ہوتی ہے۔ وہاں اس پر یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ بیرونی ممالک کی سیاست کیلئے اسکے ووٹ کی کتنی ضرورت رہتی ہے۔ بیرونی سیاست کا اسلام سے روم۔ ہندوستان۔ مصر۔ فلسطین۔ عراق۔ اور پھر شمالی مغربی افریقہ کا تعلق پڑتا ہے۔ ایک اور شخص نے بغداد سے لیبر پارٹی کو مشورہ دیا ہے۔ کہ وہ اسلام کی طرف زیادہ ہمدردی کی نگاہ ڈالیں۔

ویمبلے کانفرنس میں سلسلہ احمدیہ

مسٹر ڈبلیو لافٹس ہیئر سیکرٹری کانفرنس مذاہب لنڈن

پروگرام کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "پروگرام کاغذ پر لکھ لینا تو کوئی مشکل امر نہ تھا۔ صرف مشہور غیر عیسائی مذاہب کی تقسیم کا نقشہ اوقات بنانا مقصود تھا۔ البتہ ہر مذہب کے ملک کے نمائندوں کا منگوانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اوّل تو ابتداء ہی میں یہ ایک پیش بیانی شائع ہو گئی۔ کہ ہندوستان کی سیاسی بدامنی اور بے چینی کی وجہ سے ہندوستان کا کوئی نمائندہ نہ خود آئیگا۔ اور نہ کوئی مضمون لکھ کر پڑھنے کے لئے بھیجیگا۔ اور پھر کینیا کالونی کی وجہ سے ہمیں ترک موالات اور عدم تعاون کا دھوکا دیا جاچکا تھا۔ لیکن واقعہ یوں ہوا۔ کہ یہ سب کچھ اپنی اصل صورت میں ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ برخلاف اسکے امام جماعت احمدیہ وہ پہلا شخص تھا جس نے ہماری دعوت کو قبولیت کا شرف بخشا۔ اور ان کی اس قبولیت دعوت نے ہمارے کام کی معتد بہ کامیابی مدد فرمائی۔"

اس کے بعد مذاہب کے پروگرام اور ان کی بعض خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے صاحب موصوف حضرت خلیفۃ المسیح کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔ "ہمیں اپنے بیان کی تفصیل کو روکتے ہوئے ایک ایسے

مضمون کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے جس طرح کہ مجھ راقم کو خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ قارئین کو بھی مسرت حاصل ہو گی۔

ایک خاص شخصیت کی قدر اسکے عام اور باریک ہر دو پہلوؤں کے لحاظ سے اسوقت ظاہر ہونی شروع ہوئی۔ جبکہ جماعت احمدیہ کا وفد افتتاح کانفرنس سے چند ہفتہ قبل وکٹوریہ سٹیشن پر آ اترا۔ ایک درجن کے قریب ان خوش رُو ہندوستانیوں کے سبز عماموں نے فوراً لوگوں کی توجہ کو کھینچا۔ اور معلومات حاصل کرنیکے لئے ایک کثیر التعداد اخبار نویسوں کا گروہ اس منظر کے گرد ہجوم کرکے کھڑا ہو گیا۔ اس وفد میں مرکزی وجود جس کے سر پر سفید عمامہ تھا۔ وہ ہز ہولینس حضرت خلیفۃ المسیح الحاج مرزا بشیر الدین محمود احمد تھے۔ جن سے ہمارے دل میں محبت کے جذبات خود بخود پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ اب پریس اور پبلک کو فوراً حالات کا علم ہو گیا۔ اور کانفرنس نے اس وجود کو نہایت ہی گرانبہا مددگار پایا۔

ان مشرقی بھائیوں کے معزز گروہ کے ہر روز کانفرنس میں حاضر ہونے اور خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھکر لیکچروں کو سننے۔ اور اُن کی دنیا انگلش مشترکہ شہر کے لوگوں کے ساتھ ایک برادرانہ اخوت کے ظاہر ہونے سے۔ ایک خاص خوشی حاصل ہوتی تھی۔ ان سبز پگڑی والے زائرین میں سے ہمارے محترم دوست "وجیہ مسٹر ذوالفقار علی خاں" سے لیکر ہمارے "ننھے مسٹر نیر سابق امام مسجد لنڈن" تک ہر ایک کے گرد ایک خاص گروہ دوستوں کا جمع ہو گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو زبان انگریزی میں تقریر کرنے کا گو پورا ملکہ حاصل نہیں۔ اگرچہ آپکی گفتگو نہایت موزون اور دلربا ہے لیکن جب آخری دن ہمارے صدر کی درخواست پر انکو اپنی زبان میں بولنے کا اتفاق ہوا۔ تو ہم کو اس وقت ایک برقی اور روحانی وجود کی شخصیت کا ثبوت ملا۔ ان کی آنکھ میں چمک۔ ان کی آواز میں مردانگی۔ ان کے الفاظ کی مسلسل اور پُر زور لہر۔ ان کی حرکات و سکنات میں خوبصورتی۔ اور انکی ظرافت نے حاضرین کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا۔ اور انہوں نے آپکی ذات۔ آپکے مذہب اور آپکی قوم کے ساتھ اظہار دوستی کرنے کیلئے ہر درجہ کی تحسین کا اظہار کیا۔ واقعی اس طرح انسان بعض ایسے کبھی نہ ٹوٹنے والے رشتوں سے جوڑے جاتے ہیں جنہیں کسی حکمت عملی کا دخل نہیں ہوتا"

عیسائیت کی اسلامی ممالک میں ناکامی

ڈاکٹر زویمر کا بیان ہے۔ کہ ہم اسلامی ممالک میں تبلیغ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ ان بڑی قربانیوں کے بالمقابل جو اس خصوص میں کی گئیں۔ ان کا جو نتیجہ پیدا ہوا۔ وہ بظاہر نہایت ہی قلیل ہے۔ ابتدائی کارکن

مسٹر ریمانڈ لُل اور فرنسس آف اسی سی کے وقت سے لیکر گذشتہ صدی ہنری مارٹن کے وقت تک اگر ہم نگاہ ڈالیں تو ہمیں ان آنسوؤں اور خون کے بدلے جو اس راہ میں بہائے گئے۔ بجز غیر مستجاب دعاؤں پر صبر کے اور کچھ نظر نہیں آیا۔ سائمن بیٹر جو کہ تنجیر۔ تانتا۔ اڈینہ۔ عدن۔ خرطوم اور کیروان میں تنہا کارکن تھا۔ اس کی طرح ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ "آقا ہم نے تمام رات ہی محنت سے کام کیا۔ مگر کچھ دستیاب نہ ہوا۔ تاہم تیرے نام پر ہم پھر جال ڈالے دیتے ہیں"

مسٹر فنڈلے اینڈریو چین سے رقمطراز ہے۔ کہ اسلام عیسائیت کے لئے ایک چیلنج ثابت ہوا۔ مغربی چین میں بس جب ایک شخص مسلمان ہو گیا۔ پھر ہمیشہ کے لئے وہ مسلمان ہی رہیگا۔ گذشتہ رسالوں میں معدودے چند مسلمانوں نے بائیبل کو قبول کیا۔ اور اپنے اقرارِ ایمان کے بعد بھی وہ صرف چرچ کے ممبر اور متلاشی ہی کہلائے۔ اور ان میں سے صرف ایک ہی باقی رہ گیا ہے۔ جو تادمِ تحریر ہذا چرچ کا ممبر ہے۔

(ب) فارس میں مسلمانوں کے اندر تبلیغ عیسائیت کا گو ابھی آغاز ہے لیکن پھر بھی گذشتہ پچاس سالہ مشنری کوششوں کے باوجود تین سو سے بہت کم آدمیوں نے عیسائیت کو قبول کیا۔

(ج) عرب جہاں کہ مردوں اور عورتوں نے نہایت محنت و مشقت سے تیس ۳۰ سال تک کام کیا ہے مسلمانوں سے نئے عیسائی ہونیوالوں کی تعداد جو خداوند مسیح میں ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے آپکو اس کا پیرو ظاہر کرتے ہیں ان سالوں کی تعداد سے بہت کم ہیں۔ جن کے اندر اس قدر مشقت آنسو صبر اور دعائیں اس سرزمین کے لئے خرچ کی گئیں۔

ڈاکٹر میلکم کا بیان ہے کہ ٹرکی کی طرف اگر دیکھا جائے تو تمام ہمارا کام فی الحقیقت عملی طور پر خائب و خاسر رہا۔ تمام سرزمین ٹرکی میں ایک سو سال کے قائم شدہ مشنوں کے باوجود آج تک ایک بھی ایسا چرچ نہیں پیدا ہوا۔ جو نو عیسائیوں کے ہاتھ سے قائم ہوا ہو۔ شمالی افریقہ جس میں کہ مصر۔ ٹریپولی۔ ٹیونس الجیریا۔ اور مراکو شامل ہیں۔ کُل تعداد ان مسلمانوں کی جو اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کرتے ہیں اب تک پانچسو ۵۰۰ سے بہت کم ہے۔

مشنری سروے ۱۹۲۴ء کی رپورٹ مظہر ہے کہ اگرچہ مصر میں چار سو اڑتالیس ۴۴۸ مشنری ہیں اور بہت سے مشنری محض مسلمانوں کے اندر کام کر رہے ہیں اور اگرچہ تقریباً اُنیس ہزار ۱۹۰۰۰ عیسائیت کے مبلغ مع منتظم گرجوں اور تعلیم یافتہ مشنریوں کے وہاں موجود ہیں۔ اور اگرچہ مختلف مشن سکولوں میں دو ہزار پانچسو ۲۵۰۰ مسلمان طالب علم بائیبل کی تعلیم پاتے ہیں لیکن پھر بھی ان مسلمانوں کے اندر مشنریوں کا کام کوئی زیادہ نمایاں نہیں ہے۔ موجودہ وقت میں ہم ڈیڑھ سو ۱۵۰ سے زیادہ ان انسانوں کی تعداد نہیں بتا سکتے

جو مسلمانوں سے نو عیسائی ہوئے ہیں۔ اگر نو عیسائیوں کی تعداد کو مشنریوں پر تقسیم کیا جائے تو ہر تین مشنریوں کے حصے میں صرف ایک نو عیسائی آئیگا۔ ہر ایک معلوم مشنری طریق استعمال کیا گیا اور کیا جا رہا ہے لیکن اب تک نہ تو مشن اور نہ ہی اونجیلکل چرچ والے اس پیچیدہ اور حوصلہ شکن صورت حال کی موجودگی میں کوئی فخر والی بات کہنے کے قابل ہوئے ہیں۔

تعلیم اسلام کا عیسائیت کی تعلیم کے مقابل پر اثر

مسٹر باسورتھ اپنی کتاب الموسوم محمد اور محمدیت میں لکھتا ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ صرف حبشی لوگوں کا ہی خیال ہے کہ اسلام سے بڑھ کر کوئی پاکیزہ مذہب نہیں جس کے اندر اس قدر تیز ترقی کا سامان ہے بلکہ گورنمنٹ کی بلیو بک ۱۸۷۳ء میں (جو کہ مغربی افریقہ کی سٹلمنٹ کے متعلق ہے) یہی لکھا ہے اور عیسائی مشنریوں کی رپورٹیں بھی اسی بات پر متفق ہیں مغربی افریقہ کا گورنر مسٹر پوپ ہینسی ریمارک کرتا ہے کہ تمام آزاد افریقن تعلیم کے لئے عیسائی مشنریوں کے حوالے کئے جاتے ہیں اور انکے بچوں کو بھی پبلک کے اخراجات پر عیسائی سکولوں میں تعلیم دیجاتی ہے۔ گویا کہ وہ بنے بنائے عیسائی ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی عیسائی مشنری جو کہ اپنے نو عیسائیوں کی تعداد کے گننے میں اپنے خلاف غلطی نہیں کر سکتے (یعنی کم تعداد کسی صورت میں نہیں بتائینگے زیادہ بتائیں تو بتائیں) انکے اپنے شمار کے لحاظ سے بھی تمام افریقن آبادیوں میں عیسائی کہلانیوالوں کی اجتماعی تعداد ان غلامی سے آزاد ہونیوالے افریقن کی اصلی تعداد سے بھی کم ہے جو صرف سیرالیون میں ہوئے تھے اور بدقسمتی سے (مصنف کتاب لکھتا ہے) وہ ذاتی تجربہ جو ہمیں غیر افریقن ملکوں میں کام کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ اسکی بنا پر ہمارا اپنا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اسلام کے مقابل میں عیسائیت کو سخت ناکامی رہی۔ اسی طرح ریورنڈ جیمز جانسن جو علاقہ سیرالیون کے اصلی باشندوں میں سے ایک پادری ہیں اور رومن کیتھلک عقیدہ کے پیرو ہیں وہ بھی اس واقع پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کل تعداد مسلمانوں کی جو سیرالیون کے علاقے میں پائی جاتی ہے انکا ۳/۴ حصہ پیدائشی غیر مسلم تھے لیکن وہ اسلام قبول کر چکے ہیں، خواہ عیسائیت سے، خواہ بت پرستی سے۔

شمالی افریقہ میں اسلام کی ترقی کے متعلق ڈاکٹر بارتھ کہتا ہے کہ صحرائے بربر کے بڑے حصے میں ایک وقت عیسائی تھے لیکن بعد میں اپنا مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہو گئے حبشیوں کی زندگی پر اسلام کے اثر کے متعلق ریورنڈ ایڈورڈ بلائڈن جو کہ کبھی پریسبیٹیرین ہائی سکول منروویا (مغربی افریقہ) کا پرنسپل تھا لکھتا ہے کہ اگرچہ عیسائی ہو مسلمانوں کو گالیاں دینے میں کام

حدیں توڑ جاتے ہیں مغربی افریقہ کے ان اندرونی حصوں کا سفر کرتے جن کا میں نے کیا اور وہ دیکھتے جیسا کہ میں نے دیکھا تو اُن پر یہ عُقدہ کُھل جاتا کہ مسلمانوں اور بُت پرستوں کے درمیان بہت وسیع اختلاف ہے جہاں بُت پرست کا عادی سُست الوجود ہونا اور مسلسل طور پر گرتے چلے جانا نظر آتا ہے وہاں مسلمان نہایت چست و چالاک اور جسمانی اور دماغی طور پر بڑھنے والے نظر آتے ہیں۔ جہاں بُت پرست کا بے آئین قانون بلکہ کوئی قانون ہی نظر نہیں آتا وہاں مسلمانوں کا تنظیم اور باقاعدگی کی طرف رجحان نظر آتا ہے۔ جہاں بُت پرست کے بھڑک اُٹھنے والے جذبات کا انتشار نظر آتا ہے وہاں مسلمانوں کے اندر گہری متانت۔ سکون اور پابندی وضع نظر آتی ہے۔ یہ سب باتیں یہ خیال کرنیکے لئے بالکل مانع ہیں کہ اسلام اندرونی افریقہ کے واسطے نہ کم ہونیوالی بُرائی ہے۔

باسورتھ سمتھ حبشیوں پر اسلام کے قبول کرنیکے بعد جو اثر پڑتا ہے۔ اسکے متعلق لکھتا ہے کہ ایک حبشی کے قبول اسلام پر جب بہ ہیئت مجموعی نظر ڈالی جاوے تو مذہب اسلام کے اثرات کے متعلق کوئی معقول شبہ باقی نہیں رہتا اسلام قبول کرنے کے بعد غیر موحدیت (بُت پرستی) تو فوراً ہی غائب ہوجاتی ہے جنتر منتر اپنی تمام مضرتوں کے ساتھ آہستہ آہستہ مٹ جاتا ہے آدمی کی قربانی قصہ ماضی ہوجاتا ہے اور عام اخلاقی حالت بہت بلند ہونے لگتی ہے ان باشندوں کے واسطے لباس پہننا تاریخ میں پہلا دن ہوتا ہے جسمانی صفائی گندگی کی جگہ لے لیتی ہے۔ مہمان نوازی مذہبی فرض ہوجاتا ہے۔ شراب خوری بجائے قانون کے ایک شاذ۔ استثناء رہ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اسلام اور عیسائیت میں سے کس نے افریقہ کے لئے زیادہ کام کیا ہے تو جواب یہی ہوگا کہ عیسائیت نے نہیں کیا۔ اگر یہ پوچھا جائے۔ کہ اپنی ذات میں کونسا مذہب زیادہ پاکیزہ ہے اور کونسا اپنے آئیڈیل کے لحاظ سے بہتر ہے تو اس کا صرف ایک ہی جواب ہوسکتا ہے (یعنی عیسائیت[1]) لیکن تاریخ۔ جغرافیہ اور نسلی تعلقات کے عجیب و غریب واقعات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر دیکھا جائے کہ کونسا مذہب سیج پیمانہ پر ان باشندوں کے خیالات پر اثر ڈالنے والا اور ان کے وحشیانہ۔ کیریکٹر کو بلند کرنے والا ہے تو پھر وہ پہلا ہی جواب دینا پڑیگا (یعنی اسلام)

---

[1] اس فقرے سے کم از کم یہ مترشح ہوسکتا ہے کہ اس رائے کا دینے والا کس قدر متعصب ہے وہ آئیڈیل کے لحاظ سے اعلیٰ مذہب اور اپنی ذات میں پاکیزہ عیسائیت کو قرار دیتا ہے جس کا اصل الاصول سوائے انسان پرستی کے اور کچھ نہیں۔ اور جس نے توحید کو بھی نہیں سمجھا جس نے کفارہ پر ایمان لاکر تمام گناہوں کو جائز کردیا۔

شذرات

(ترجمہ از انگریزی اخبارات و رسائل)

کولمبس اور امریکہ کی دریافت

ایک شخص مسمی مسٹر ڈبلیو جی نیش نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے ایسی باتیں جمع کی ہیں جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امریکہ کو معلوم کرنیوالا شخص کولمبس نہ تھا۔ مصنف کی رائے میں امریکہ کو ایک اور شخص نے معلوم کیا تھا جس کا نام مارٹن الانسو پنزن تھا۔ کولمبس اور پنزن دونو اس مہم کے لئے نکلے تھے۔ جب تقریباً ایک ہزار لیگ فاصلہ عبور کیا۔ تو کولمبس نے ہمت ہار دی اور واپسی کا ارادہ کیا۔ لیکن پنزن نے بہادرانہ سپرٹ دکھائی اور کہا کہ خدا نہ کرے کہ میں واپسی کا خیال کروں۔ یہ کہکر کولمبس کو دھکیل کر لے گیا اور اپنی مہم میں کامیابی حاصل کی۔ پھر مصنف کہتا ہے کہ خود کولمبس کی زندگی ہی میں ایک اور قصہ اشاعت پا گیا تھا۔ وہ یہ کہ ۱۴۸۴ء میں جبکہ مڈیریا اور ہیوا ایلوا کے درمیان میوہ وغیرہ کی تجارت جاری تھی اُسوقت ایک جہاز کا مالک الانسو سانچز تھا۔ ایکدفعہ بڑا سخت طوفان آیا اور یہ طوفان اس شخص کو پورے ایک ماہ تک بسمت مغرب دھکیلتا ہوا لے گیا۔ ایک مہینہ کے بعد وہ ایک خشکی پر جا پڑا۔ وہاں سے اس نے تازہ پانی اور خوراک لی۔ اور واپس مڈیریا کا رُخ کیا۔ رستے میں اسکے بہت سے جہازران مر گئے۔ جب مڈیریا پہنچا تو کولمبس وہاں موجود تھا۔ کولمبس اسکو اور اسکے جو چند ساتھی تھے اپنے مکان پر لے گیا اور ان کی تیمار داری وغیرہ کی لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد وہ سب مر گئے۔ اس طرح امریکہ کی دریافت کولمبس کے ہاتھ میں آگئی۔ پس مسٹر نیش کی تحقیق ہے کہ خواہ وہ پنزن تھا یا سانچز جس نے امریکہ کو معلوم کیا لیکن کولمبس ہرگز نہ تھا۔

واذا النفوس زوجت

ایک سائنسدان ڈاکٹر ڈی ایلبی نے کتاب شائع کی ہے جس میں وہ آیندہ ہونیوالے واقعات کا ذکر کرتا ہے۔ اور بتلاتا ہے کہ سائنس کس حد تک ترقی کر جائیگی۔ اسی کتاب میں وہ لکھتا ہے کہ ایسے ذرائع اور وسائل میل و ملاقات کے پیدا ہونے والے ہیں کہ سو سال تک تمام دنیا ایک ہو جائیگی۔ صفحہ زمین پر ایک حکومت ہوگی اور ایک ہی زبان لکھی اور بولی جائیگی۔ گو مختلف نسلیں اور قومیں اسوقت بھی ہونگی۔ لیکن مسافت اور تجارت میں اب سے بہت زیادہ آزادی حاصل ہوگی۔ مصائب کم ہو جائینگے۔ اور خطرات کا تمام انسانوں کی متحدہ طاقت سے مقابلہ کیا جائیگا۔ ہزار سال کے عرصہ میں زمین کی اندرونی حرارت طاقت سے

بدل جائیگی اور زمین کے بعض اندرونی حصے رہائش کے قابل ہو جائینگے۔

اندھے فوجی سپاہیوں کا بینائی حاصل کرنا

مقام بورڈوکس (فرانس) کا ایک ڈاکٹر بنام بوفی فن اسوقت تک ۱۵۰ سو فوجی سپاہیوں کی بینائی بحال کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے جنکی بصارت لڑائی میں جاتی رہی تھی۔ ایک اندھا سپاہی جسکے متعلق ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ اسکی بینائی کلی طور پر اور ہمیشہ کے لئے جا چکی ہے اس ڈاکٹر کے پاس آیا۔ اور اب بعد از علاج اپنے وطن میں واپس چلا گیا ہے۔ اب وہ اپنے اردگرد کی چیزوں کو بخوبی دیکھنے لگ گیا ہے۔ عکسی شیشہ کے ساتھ پڑھ بھی سکتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ چند ہفتہ تک ایک مناسب حال ٹیننگ کی مدد سے وہ تمام ضروری کام کرنے کے قابل ہو جائیگا۔

مقناطیس اور اعتقاد سے بیماریوں کا علاج

فرانس کے ایک گاؤں کے زمیندار مسمی جین بزیشکی نسبت مشہور ہوا ہے کہ وہ نہایت ہی اعجازی رنگ میں بیماروں کو اچھا کر رہا ہے۔ اوسطاً ۳۰۰ بیمار ہر تیسرے روز اسکے پاس آتے ہیں اور وہ محض مقناطیسی قوت اور اعتقاد سے بیماروں کا علاج کر رہا ہے۔ پہلے وہ بیمار کے اوپر بڑے زور سے اپنے متنفّس کا اثر ڈالنا شروع کرتا ہے اور جب تھک جاتا ہے تو بیمار کے اوپر ہاتھ رکھ کر خدا سے اسکی صحت کے لئے دعا مانگتا ہے بے تعلق لوگوں کی شہادت ہے کہ اسوقت تک چھ ہزار ۶۰۰۰ اسکے ہاتھ سے اچھے ہو چکے ہیں بعض بیماران میں سے ایسے بھی تھے جنکو ڈاکٹر لا علاج قرار دے چکے تھے۔ جنون۔ سرطان۔ فالج۔ سل اور لقوہ وغیرہ کے بیمار بھی ان کے علاج سے صحت یاب ہو گئے ہیں۔

مسیح ناصری کا نزول

ولایت کا اخبار ڈیلی ٹیلیگراف رقمطراز ہے۔ کہ ۹ رفروری کو امریکہ کے ایک شخص مسمی رابرٹ ریڈٹ جو کہ مدعی نبوّت ہے نے پیشگوئی کی کہ اب دنیا کا اختتام بہت قریب آگیا ہے۔ چنانچہ بڑے کی بعض ڈھنڈوں نے بعض نشان دیکھ کر اپنے دائمی مقام آسمان کی طرف سفر شروع کر دیا ہے۔ اور انھوں نے نہایت وثوق سے ایک سینما میں بیان کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ گذشتہ جمعہ کو آسمان سے روانہ ہو پڑے ہیں۔ ان کو زمین پر پہنچنے میں محض اس لئے دیر ہوئی ہے۔ کہ وہ رستہ میں دیگر کرّوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ صاحب موصوف نے اس آمد کی انتظار میں اپنی تمام جائداد فروخت کر دی ہے اور وہ اپنی فورڈ موٹر کار فروخت کر کے بہت ہی خوش ہو رہا تھا۔

ایک عورت جو کہ وہ بھی مدعی نبوّت ہے کہتی ہے کہ رابرٹ ریڈٹ کو تاریخ کی تعیین میں غلطی لگی

ہے۔ نیز یہ کہ خداوند کے آنے پر دنیا کا خاتمہ نہیں ہوگا۔
اخبار مذکور اس پر اپنا نوٹ کرتا ہے کہ ہمیشہ سے ایسی پیشین گوئیاں کرنیوالے ہوتے چلے آتے ہیں۔ ایک خبر والے نے پیشگوئی کی تھی کہ وہ اور اس کی بھیڑیں اعجازی طور پر کیلیفورنیا کی کسی بے نام پہاڑی پر پہنچ جائینگے اور خداوند فرشتوں کی فوج کے ساتھ زمین پر اُتریگا۔ ایک نے کہا تھا کہ خداوند سات دن کے اندر آسمان پر سے نہیں اُتر سکتا۔ کیونکہ رستہ میں اُنھوں نے دوسرے کُرّوں کا بھی معائنہ کرنا ہے۔ تاکہ ان بزرگوں کے لئے جن کو وہ اپنی واپسی پر ساتھ لے جائینگے استقبال کا انتظام کریں۔

احمدیوں کی سنگساری

انگلستان کے ایک جلسہ میں نفرت کا اظہار

لنڈن۔ ۱۶۔ مارچ ہیرو (لنڈن) کے ایک جلسۂ عام میں سنگساری کے خلاف نفرت و ناپسندیدگی کی حسب ذیل تجویز منظور ہوئی:۔

ہم دستخط کنندگان اس اصول کے حامی ہیں کہ آزادی ضمیر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ اور ہم حکومت افغانستان کے اس بیان کردہ فعل کے خلاف پُرزور احتجاج کرتے ہوئے اس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کہ حکومت مذکور نے دو احمدیوں کو اختلاف رائے کی بنا پر سنگسار کر دیا ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ حکومت افغانستان آیندہ کبھی ایسا رویہ اختیار نہیں کریگی جو مہذب دنیا کے خیالات و عقائد سے اس قدر متضاد ہے۔

(۱) (دستخط) آر۔ اے نکلسن (ایم اے ڈاکٹر آف لٹریچر ایل ایل ڈی پروفیسر کیمبرج) (۲) دستخط۔ ایچ۔ جی ولسن۔ (۳) (دستخط) سر۔ اے کونان ڈائیل (ایم۔ ڈی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی) (۴) دستخط جی۔ آر۔ ایس۔ میڈ (بی۔ اے۔ ایڈیٹر ''کوئسٹ'' لنڈن) (۵) دستخط (سر) سٹڈنی۔ بی۔ ایل۔ ایل ڈی ڈاکٹر آف لٹریچر پروفیسر انگریزی لنڈن) (۶) دستخط (سر) آلیور لاج (ایف۔ آر۔ ایس ڈاکٹر آف سائنس ایل۔ ایل۔ ڈی) (۷) دستخط (کرنل سر) فرانسس ینگ ہسبینڈ (کے سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی ڈاکٹر آف سائنس)

مندرجہ بالا تجویز کی نقول حضور امیر افغانستان جمعیت اقوام اور حکومت ہائے اضلاع متحدہ امریکہ فرانس اطالیہ جرمنی جاپان ترکی مصر اور ہندوستان وغیرہ کے پاس بھیجی گئی ہیں۔

(جی۔ ایف۔ ملک ناظم احمدیہ مشن لنڈن مسجد اقصیٰ ۶۳ ملروس۔ روڈ۔ ایس۔ ڈبلیو) (تنظیم ۹/ اپریل سنہ ۱۹۲۵ء)

کابل میں احمدیوں کی سنگساری

پر معززاصحاب یورپ کے آراء

(۱)

لفٹیننٹ کرنل ۔ ایچ ۔ اے ۔ نیوایل :-

آپ کا نوٹس جس میں مولوی نعمت اللہ خاں اور دو دوسرے احمدیوں کے کابل میں سنگسار کیے جانے کا ذکر ہے مجھے پہنچا ۔ مجھے اس وحشیانہ ظلم میں آپکے ساتھ گہری ہمدردی ہے ۔ امید ہے کہ اس کی مناسب سزا ان کو ملیگی ۔

سیکرٹری سٹوڈنٹ کرسچن موومنٹ انٹرنیشنل ریلیشن ڈیپارٹمنٹ :-

مجھے آپکو اس بات کا یقین دلانے کی ضرورت نہیں کہ ہمیں آپکے اس رنج میں جو آپکو کابل کے واقعات کے متعلق پہنچا ۔ پورا پورا حصہ حاصل ہے ۔

:-(۳):-

جنرل سیکرٹری پریس بی ٹیرین چرچ :-

مجھے آپکو اس بات کا یقین دلانے کی ضرورت نہیں ۔ کہ مجھے اور میرے تمام بھائیوں کو آپکے ساتھ اس اصول میں پوری پوری ہمدردی ہے جس کو کابل میں نہایت جرأت سے توڑا گیا ہے ۔

:-(۴):-

مسٹر ڈبلیو ایچ اوون :-

آپکے خط کے جواب میں مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ آپ مجھے اپنا پُرجوش ہمدرد اور مؤید خیال فرمادیں ۔ میں مذہبی اختلاف کی وجہ سے ظلم کرنے اور مذہبی آزادی نہ دینے کے سخت ہی خلاف ہوں ۔

مس کے بروننگ :-

آپکا خط پڑھنے سے مجھے سخت ہی تکلیف ہوئی ۔ لیکن ساتھ ہی اس بات سے مجھے بہت خوشی بھی ہوئی ۔ کہ آپکے دوستوں نے ان خطرناک آزمائشوں میں پوری پوری وفاداری دکھلائی ہے ۔ ان کا ایمان بہت ہی بڑا تھا اور ان کو اجر بھی بہت ہی بڑا ملیگا ۔ ان کی روحیں آسمان میں اس خدا کے ہاتھ میں ہیں جو کہ بڑا ہی رحیم و کریم ہے ۔

:-(۵):-

[illegible]

ایک بشپ :-

مجھے اس ظلم کی خبر پڑھ کر نہایت ہی رنج ہوا۔ جس کا آپنے ذکر کیا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ بے رحمانہ مظالم کسی نہ کسی ذریعے سے بند ہو جائینگے۔ میرے لئے مشکل ہے کہ میں آپ کے جلسے میں شریک ہوسکوں۔ لیکن اس قسم کا جلسہ کرنے میں میری ہمدردی آپکے ساتھ ہے۔

:-:(۵):-:

ایک مشہور سر کا سیکرٹری :-

سر......... ابھی باہر جارہا ہے لیکن اس نے مجھے یہ کہنے کی ہدایت کی ہے کہ وہ معاملہ جس کے متعلق آپنے لکھا ہے اس قدر اہم ہے۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا کو اس میں مداخلت کرنی چاہیئے۔ برطانوی لوگوں کی صدائے احتجاج کا اثر حکومت افغانستان پر اتنا نہ ہوگا جتنا کہ اس حکومت کا جس کی انڈیا آفس کے ذریعے نمائندگی کی جاتی ہے۔ ان خوفناک واقعات کو روکنے میں ہوگا۔ یہ نام نہاد مذہبی مظالم گذشتہ صدیوں سے انسانیت کے چہرہ کو سیاہ کرتے چلے آئے ہیں۔

:-:(۶):-:

ایک کرنل :-

مجھے اس تکلیف کی خبر سن کر جو کہ احمدیوں کو افغانستان میں پہنچ رہی ہے بہت رنج ہوا یہ نہایت ہی کابل شرم بات ہے۔

ایک انگریز مسلمان کا ریزولیوشن ہے کہ برٹش مسلم سوسائٹی نے پاس کر کے امیر افغانستان کو بھیجا ہم مسلمانان برٹش مسلم سوسائٹی اپنے احمدی مسلمان بھائیوں پر افغانستان میں مظالم کیئے جانے پر نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ہم اپنے مشترکہ عقائد اور اسلام کے وقار کی خاطر امیر افغانستان اور اس کی حکومت سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ ان مظالم کو بند کرے جو کہ ہمارے ایک مسلمان بھائیوں کے فریق پر کیئے جارہے ہیں۔ اور وہ اسلام کے وقار کو دوسروں کی نظر میں نہ گرائے۔

:-:(۷):-:

ایک معزز لیڈی

مجھے بہت افسوس ہے کہ آپکے اس خط کے جواب میں دیر ہوئی جس میں احمدیوں پر افغانستان میں مظالم کیئے جانیکا ذکر ہے۔ یہ سن کر میں نہایت ہی خوف زدہ ہوئی کہ ایک مہذب ملک

میں اب بھی ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔ لیکن مذہبی ریفارمروں کی قربانیاں ضائع نہیں ہوتیں۔ ہمیں خدا سے دُعا کرنی چاہیئے۔ کہ وہ ان ناسمجھ لوگوں کو اس بات کی سمجھ دے کہ انہوں نے نہایت ظالمانہ غلطی کی ہے۔ اور وہ اپنی غلطی پر توبہ کی طرف رجوع کریں۔

:۔(۸):۔

ایک سے ۔ سی۔ آئی۔ اِی :۔

دوسرے تمام انگریز بھائیوں کیطرح کابل کے ظلم کی خبر پڑھ کر مجھے نہایت ہی صدمہ ہُوا۔ اگر مجھے یہ کہنے کی اجازت ہو کہ بہت سے وہ ممالک جو کہ مہذّب خیال کیئے جاتے تھے۔ اب وہ پھر وحشی اور پسماندہ ہوگئے ہیں تو ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ افغانستان ابھی تک وحشی اور پسماندہ ملک ہے۔

:۔(۹):۔

مسٹر آس والڈ گریگسن :۔

مجھے یہ سُن کر نہایت ہی رنج ہُوا۔ کہ ابھی تک ایسی غیر مذہبی رواداری یا آزادی کا افغانستان میں دَوْر دَوْرہ ہے ایسے ظلم پر حکومت افغانستان کا عفو کرنا قوانین زندگی کی رو سے اس بدبختی کی مدد کرنا ہے جو کہ اُن پر آئیگی۔ کیونکہ ایک عبرانی صحیفے نے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ خدا پر تمسخر نہیں کیا جا سکتا جو کچھ انسان بوتا ہے وہی وہ کاٹتا ہے۔

اسلامی برکات ہندوستان میں

(۱) بتوں پر انسانی قربانی چڑھائی جاتی تھی۔ (۲) دختر کشی کا رواج موجود تھا۔ (۳) دوامی بیوگی اور ستی کی رسم جاری تھی (۴) بے پردگی کا عام دستور تھا۔ (۵) بادشاہ اپنی پرستش کراتے تھے۔ (۶) چندر بنسی اور سورج بنسی خاندان کے افراد دیوتا سمجھے جاتے تھے (۷) ذات پات کے قیود نے انسانی عظمت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ (۸) برہمن خدا اور اندر کے درجہ پر فائز تھے۔ (۹) بنی نوع انسان کا کثیر حصّہ شودر اور غلام بنا ہُوا تھا۔ (۱۰) قمار بازی و نشہ خوری دھرم میں داخل تھی (۱۱) جوئے میں عورتیں ہاری اور جیتی جاتی تھیں۔ (۱۲) عورت کا وجود محض خاوند کی آسائش اور آرام کے لئے تھا (۱۳) شکتی اور شو لنگ کی مخرب اخلاق پوجا عورتوں اور مردوں میں جاری تھی۔ (۱۴) ایک عورت کئی خاوند کر سکتی تھی (۱۵) نیوگ کا جواز بڑے شد و مد کے ساتھ تھا۔

لیکن جب ہندوؤں کو نو وارد مسلمانوں سے واسطہ ہُوا۔ تو انہوں نے اپنی تمدنی و معاشری

الاخبار و الآراء

آریوں فحش نویسی حد سے متجاوز ہے یہ لوگ اپنے بانی سماج کی تقلید میں۔ کسی مذہب یا مذہب کے پیشوا کا نام عزت سے نہیں لے سکتے۔

ناتھ صاحب جلالپوری نے حال ہی میں سرگذشت قرآن کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا ہے جس کے ابتدائی صفحہ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھ کر اپنی تہذیب انسانیت کا منہ کالا کیا ہے۔

"ویدپاک کے خلاف خبث باطنی سے ہرزہ درائی کرنے کی باطل جسارت کی ہے اس قسم کی پہلی شرارت کا ارتکاب قادیان ضلع گورداسپور کے ایک منشی غلام احمد مغل نے کیا تھا۔ چنانچہ اس شخص نے اپنے لایعنی الہامات کا اظہار اپنی ایک کتاب موسومہ براہین احمدیہ میں کیا تھا حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ مغل مذکور سنسکرت کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا تھا"

کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ تمہارے سوامی دیانند تو عربی کے بڑا عالم فاضل تھے جس نے قرآن مجید پر زبان اعتراض کھولی۔

کیا یہی وہ تہذیب اور شرافت ہے جس کے بھروسہ پر کہا جاتا ہے کہ ویدک دھرم ہندوستان سے باہر ولایت میں پھیل جائیگا۔ اور یہی وہ طرز تحریر ہے۔ جس پر آریہ سماج کو ناز ہے کہ ایک دھوتی پوش کسی لنگوٹ بند کے تتبع میں خواہ مخواہ بے نقط سنانے لگے۔

دجّال کی چالیں آج ایک رسالہ "دلچسپ اور نصیحت آموز کہانیاں" نظر سے گذرا۔ جو کسی پادری صاحب بر عکس نہند نام زنگی کافور رحمت مسیح نام نے لکھا ہے آپ اسمیں مندرجہ ذیل کہانی لکھتے ہیں:

"دہلی میں پلیگ زوروں پر تھی دھڑا دھڑ مخلوق خدا مر رہی تھی دہلی کے ایک مرزائی مولوی نے اشتہار دیا کہ ہمارے پیر مرزا صاحب قادیانی کا فرمان ہے کہ جو سلسلہ مرزائیت میں آجائیگا۔ وہ طاعون کی بلا سے محفوظ رہیگا۔ جابجا بڑے زور شور سے اس بات کا وعظ بھی کرتا تھا۔ مگر طاعون نہ تو مرزا کا یار تھا نہ کسی کا خیر خواہ یہ تو گناہوں کے سبب خدا کے غضب اور قصاص کی تلوار ہے اس مرزائی مولوی کے گھر پر طاعون نے قدم رنجہ فرمایا۔ ۱۳ آدمی گھر کے یکے بعد دیگرے ایک ہفتہ کے اندر لقمہ طاعون ہو گئے رات کو دیوانہ وار گھر سے باہر نکل بھاگے صبح کو گلی میں کتے کی موت مرے ہوئے پائے گئے۔ افسوس" (صفحہ ۱۴)

یہ کہانی جو از سرتاپا۔ من گھڑت اور ہمہ کذب و زور ہے۔ ایک نیک دل انسان کو اسکے پڑھتے ہوئے شرم آجاتی

ہے لیکن پادری صاحب کا ضمیر اسقدر مسخ ہو چکا ہے کہ وہ اسے اپنے مذہب کی اشاعت کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ حالانکہ دوسروں کو چور اور بٹمار کہنے سے کوئی مقرّب بارگاہ صمدی نہیں بن سکتا۔

خدا کے صادق مسیحؑ نے کبھی یہ دعویٰ ہی نہیں فرمایا کہ جو سلسلہ میں داخل ہو جائیگا وہ طاعون کی بلا سے محفوظ رہیگا نہ آپ کے کسی مرید مخلص نے کبھی ایسا اعلان کیا۔ پھر نہ دہلی میں کوئی ایسا واقعہ ہُوا ایک شریف نیک طینت کے بارے میں کُتّے کی موت مرا ہُوا گلی میں پایا گیا استعمال کرنا اور وہ بھی بالکل سفید جھوٹ حد درجے کی شقاوت قلبی ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ پادری صاحب کو ان کا گھر دکھاؤں۔ اور بتاؤں کہ کُتّے کی موت مر کے چوراہہ میں پایا جانا کس کو کہتے ہیں۔ اور پیشگوئیاں کس طرح جھوٹی نکلا کرتی ہیں۔ مگر صبر و اعراض کرتا ہوں۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے بچّوں کو ان کہانیوں کی کتابوں کے پڑھنے سے بچائیں۔ کیوں کہ دراصل یہ کہانیاں اسلیئے لکھی اور چھاپی گئی ہیں کہ باتوں ہی باتوں میں بچّوں کو اپنے اپنے مذہب سے بدظن اور عیسائیت کی طرف راغب کیا جائے۔ پادری صاحب طاعون کو خدا کے غضب اور قصاص کی تلوار مانتے ہیں اور خدا جانے اسوقت مع اپنے بشپوں کے کس کونے میں چھپے ہوئے تھے۔ جب خدا کے موعود مسیح موعودؑ نے چیلنج دیا کہ مجھ سے وعدہ الٰہی ہے انی احافظک خاصۃً (میں اس طاعون سے خاص تیری حفاظت کروں گا) انّی احافظ من فی الدار (میں اس چار دیواری کے اندر رہنے والوں کی حفاظت کروں گا) اب اسکے مقابل اگر اور کوئی شخص اپنی ذات یا اپنے گھر کی چار دیواری کو حصار عافیت از روئے الہام الٰہی ٹھیرائیگا تو ضرور پکڑا جائے گا۔ مگر کوئی مقابل پر نہ اٹھا۔ ایسی خموشی طاری ہوئی کہ گویا مر گئے ہیں۔ اب پادری صاحب نے مُدّت کے بعد سر نکالا ہے۔ اور زنانہ لباس میں حملہ آور ہوتے ہیں جو مردانِ راہ کا شیوہ نہیں۔

مادّہ بالذات کوئی چیز نہیں

اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ میں ایک جدید تخیّل گر نے بدلائل و براہین قاطعہ لکھا ہے کہ جسکو ہم لوگ روشنی خیال کرتے ہیں وہ روشنی نہیں ہے اور جس کو آواز خیال کرتے ہیں وہ آواز نہیں ہے اس نے دعویٰ کیا ہے کہ فضاء آسمانی میں برق پارے اور ذرّات۔ اَن گنت طور پر اُڑتے پھرتے ہیں جب جب تصادم باہمد گر ہوتا ہے تو اسی سے ضو باری ہوتی ہے۔ اسی سے آوازہ کون و فساد برپا ہوتا ہے۔ اس تخیل کے ساتھ ساتھ اس نے ثابت کیا ہے کہ مادہ دراصل بالذات کوئی چیز نہیں ہے۔ اسکے اندر خود کوئی قوّت اتصال۔ انفصال اور اختلال نہیں ہے۔ بلکہ وہی

سالمات و ذرات جو زمین اور آسمان کے جوّ اور خلا میں کروڑوں کی تعداد میں متحرک و گشت لگا رہے ہیں انہیں کے متصادم و متحد ہونے سے یہ کائنات کی کل چل رہی ہے غرض کہ مادئین اور دہریین کی مادہ پرستی کا سارا راز فاش ہو گیا ہے۔ کہ بذات خود مادہ کوئی وجودی شے نہیں ہے اب وہ لوگ جو مادہ کے آگے اوندھے مُنہ گرتے ہیں خدا کی طرف جُھکیں تو عجب نہیں۔

زلزلہ کا دھکا | عفت الدیار محلھا و مقامھا کا الہام جس شان سے پورا ہوا اس کی یاد آج تک تازہ ہے چنانچہ اخبار ٹائمز کو ایک نامہ نگار نے لکھا ہے کہ ۱۹۰۵ء میں بھونچال کا ایک سخت جھٹکا مغربی ہمالیہ میں لگا تھا جس سے اضلاع کانگڑہ، لاہول، اور سپیتی کو سخت نقصان پہنچا تھا، یہاں کے لوگوں کے مکانات ہندوستان کے دوسرے مقامات کی طرح کے نہیں ہوتے بلکہ زمینداروں کی جھونپڑیاں تک پتھر کی بنی ہوتی ہیں اور ان پر سلیٹ کے پتھر کی چھتیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس بھونچال سے جانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ اسی علاقہ میں چھاؤنی دھرم سالہ ہے جو سطح سمندر سے چار ہزار سے آٹھ ہزار فٹ تک اونچی ہے۔ اور فسٹ گورکھا رائفلز کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس جگہ کا گرجا گھر۔ بارکیں۔ بازار اور مکان تقریباً سب کے سب یا تو تباہ ہو گئے یا بسنے کے قابل نہیں۔

شراب ام الخبائث ہے | اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ نے کہ یورپ کو شراب سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ اخلاقی جسمانی۔ دماغی اور قومی و نسلی حیثیات سے اس مذموم شے نے بنی نوع انسان کو بہت سخت نقصانات پہنچائے ہیں۔ ایک فاضل ڈاکٹر و محقق نے پوری کتاب مرتب و طبع کرائی ہے کہ قلیل مقدار میں بھی اس کا استعمال انسان کو نقصان پہنچانے کو کافی ہے اس نے اس بحث پر اعداد و شمار اور دیگر شواہد و معارف سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اب وہ لوگ اس مسلک اور مذہب کو کیا کہینگے جو آج کی تحقیقات سے کہیں پہلے بنی نوع انسان کو بتا چکا ہے کہ شراب میں مضرات زیادہ ہیں اور یہ فطرت انسانی کے بالکل خلاف ہے۔

یہ رسالہ انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دار الامان ضلع گورداسپور پنجاب سے نکلتا ہے